رشتے کیوں نہیں ملتے؟



ام عبد منیب

مشربہ علم وحکمت

0321-4609092

ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

رشتے کیوں نہیں ملتے؟

اُمِّ عبدِ منیب

ناشر:
مشربہ علم و حکمت (دار الشکر)
ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0333-4994840

اہتمام	محمد عبد منیب
ناشر	مشربہ علم وحکمت
ایڈیشن اول	۱۴۲۳ھ
ایڈیشن دوم	۱۴۲۷ھ
ایڈیشن سوم	۱۴۲۹ھ
قیمت	33:00

ناشر: مشربہ علم وحکمت (دار الشکر)

ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0300-4270553

ڈسٹری بیوٹر: دار الکتب السّلفیہ

(4 شیش محل روڈ لاہور۔ پاکستان 54000) Ph:092-042-7237184

فہرست

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نکاح کی اہمیت

نکاح انسان کی ان بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے جو انسان کو معاشرے کے آغاز سے ہی درکار رہی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ ضرورت ہی حضرتِ انسان کی پہلی ضرورت تھی۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کی تخلیق کی، ان میں روح پھونکی تو حوا کی صورت ان کی اس معصوم خواہش کو پورا کر دیا۔ اس سب سے پہلے انسانی تعلق نکاح کے بعد انہیں جنت جیسا بے مثال گھر دیا گیا۔ ھبوطِ دنیا سے لے کر آج تک یہ سلسلہ چل رہا ہے اور تا قیامت چلتا رہے گا۔

انسان کی یہ ضرورت کسی دور میں بغیر کسی لمبی چوڑی تمہید کے والدین کے کسی کو صرف اتنا کہہ دینے سے پوری ہو جاتی تھی کہ فلاں بیٹا .... یا فلاں بیٹی میری ہے۔ شکل، عمر، مالی حیثیت غرض کچھ بھی نہیں دیکھا جاتا تھا۔ والدین بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی کوئی بر نظر میں رکھتے اور مناسب موقع پر منگنی یا نکاح کے ذریعے بات پکی کر لیتے۔

تقریباً پون صدی قبل پنجاب میں رشتہ کے کھوج کا کام نائی یا نائن کے سپرد ہوتا تھا۔ لوگ انہی کی اطلاعات پر اعتماد کر کے لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دیتے۔

دورِ حاضر میں پرانی اقدار دم توڑ رہی ہیں۔ مادیت، بلند معیارِ زندگی اور

حصولِ تعلیم نے نکاح کا معیار بھی بدل دیا ہے۔ ہر کام کاروباری انداز اختیار کر گیا ہے۔ ہر انسان مصروف ہے، اس لیے رشتوں کی تلاش کے لیے بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں۔ جن کے ہاں باقاعدہ درخواست مع کوائف اور مطلوبہ شرائط لکھ کر دینے کے ساتھ ساتھ بھاری فیسیں بھی داخل کرانا پڑتی ہیں۔

یہ ادارے فریقین کی ملاقات کا اہتمام کراتے ہیں ۔ دونوں فریق مانگے تانگے سے ہی بڑے کرّ وفر کے ساتھ .... بہترین فرنیچر .... قالین اور فانوسوں سے سجے ڈرائنگ روم میں ملاقات کر کے ایک دوسرے کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ''ہم بہت امیر ہیں اور شریف بھی ..... ہمارا کاروبار یا ملازمت بہت نفع اندوز ہے .... فلاں فلاں سیاسی وسماجی شخصیات سے تعلقات ہیں''۔ لڑکے یا لڑکی کو کم عمر اور سمارٹ بنانے کی خدمات بیوٹی پارلر انجام دیتے ہیں۔ لڑکے یا لڑکی کی تعلیم کا رعب بھی ڈالا جاتا ہے۔ رشتہ دیکھنے کے لیے ایک فرد نہیں بلکہ تمام کنبہ، دوست اور سہیلیاں وغیرہ جاتے ہیں تا کہ سب کی پسند اور مشورہ شامل ہو۔ اکثر لڑکے لڑکیاں مرد اور عورت کی عمر کو پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ ان کی باہمی ملاقات بھی کرائی جاتی ہے تا کہ افہام وتفہیم سے معاملہ طے ہو۔

تلاشِ رشتہ میں مددگار ادارے جگہ جگہ موجود ہیں۔ اخبارات ورسائل میں ''ضرورتِ رشتہ'' .... ''تلاشِ رشتہ'' اور ''رشتہ مطلوب ہے'' .... کے نام سے اشتہارات ایک عام معمول ہے۔ اس کے باوجود رشتوں کی تلاش دورِ حاضر کا ایک اہم مسئلہ

بن چکا ہے۔ جس سے ملووہ رشتے کی بات کرتا ہے۔ اس کے باوجود لڑکے اور لڑکیوں کو بھی اس کام پر لگا دیا گیا ہے۔ مائیں مختلف تقریبات میں اس لیے شرکت کرتی ہیں کہ شاید کوئی من پسند رشتہ مل جائے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر رشتہ داریاں جتائی اور بنائی جاتی ہیں صرف اس خیال سے کہ شاید یہیں سے کسی اچھے رشتے کا سراغ مل جائے۔ جہاں دو عورتیں مل کر بیٹھتی ہیں ان کا موضوع رشتہ کی تلاش ہوتا ہے۔ اس تمام تگ ودو کے باوجود بچوں کی عمریں بڑھتی جاتی ہیں۔ خصوصاً لڑکیوں کے سر میں چاندی کے تار چمکنے لگتے ہیں لیکن شادی کی منزل قریب آتی دکھائی نہیں دیتی۔

اگر رشتہ مل جائے تو رشتہ طے ہونے ...... منگنی کرنے ......اور رخصتی تک قدم قدم پر فریقین فریب کا شکار ہوتے اور پیچ وتاب کھاتے رہتے ہیں۔ کبھی انکشاف ہوتا ہے کہ جس لڑکی کو بیس سال کا بتایا گیا اس کا چہرہ ڈھلتی جوانی کی چغلی کھا رہا ہے۔ اس وقت رنگ سفید تھا اور اب کالا ......لڑکا جس ادارے میں اتنی بڑی پوسٹ بتاتا تھا وہاں چپراسی یا کلرک ہے......گرین کارڈ سفید جھوٹ نکلا...... تعلیمی ڈگریاں جعلی نکلیں ......لڑکی والوں نے عین وقت پر گولہ داغ دیا کہ ایک لاکھ مہر لکھیں اور پانچ ہزار ماہانہ جیب خرچ ......لڑکے والوں نے کہا جہیز میں کار، فریج، ٹی وی اور کوٹھی وغیرہ ملے گی تو نکاح ہوگا ورنہ بارات واپس۔ کہیں لڑکی کے والدین کو یہ غم کہ سسرال والوں نے جو زیور پہنایا وہ سب جعلی تھا۔...... کسی کی لڑکی طلاق یافتہ نکلی یا لڑکا بال بچے دار......جو لڑکا کوٹھیوں کا مالک بتایا جاتا تھا اس کے

پاس تو سر چھپانے کے لیے جھونپڑا تک نہیں ...... ایسے میں شادی ہو بھی جائے تو کئی جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بیوی کا مطالبہ یہ کہ شوہر والدین سے میل ملاقات بند کر دے....... ساس بہو کی شکایتیں ...... میاں بیوی کو مار پیٹ رہا ہے۔ خودکسی اور کے چکر میں ہے۔ بیوی کا مطالبہ ہر سال نئی جیولری ہو، فلاں کی مسز کی طرح ہر تقریب پر نیا سوٹ ہو۔

غرض زندگی بیسیوں الجھنوں میں پھنس جاتی ہے۔ بیوی بات بات پر علیحدگی کی دھمکی دیتی ہے۔ خاوند طلاق کا ہوّا دکھاتا رہتا ہے۔ بچے الگ پریشان ہوتے ہیں اور میاں بیوی دونوں کے والدین اپنی قسمت کا رونا روتے ہیں۔

''اسلام ایک مکمل دین ہے اور امن وسلامتی کا ضامن بھی''...... یہ جملہ زبان زد عام ہونے کے باوجود رشتہ تلاش کرتے وقت ہم اللہ برتر کے قائم کردہ اس سچے ادارے کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ اگر ہم ایسا کر لیں تو زوجین کو دنیا میں محبت اور سکون ملے گا اور اس کی رہنمائی کے مطابق زندگی گزارنے کے بعد آخرت میں محبت اور وفا کا یہ رشتہ جنت کی بہاریں لوٹے گا۔ انشاء اللہ۔

جس طرح بھوک کے بعد غذا کی ضرورت ہے اس طرح جوانی کے ساتھ نکاح لازمی ہے۔ اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ جو فرد بلوغ کی حد تک پہنچ جائے اس کے نکاح میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے۔ سنن ترمذی میں نقل کیا گیا ہے کہ تین چیزوں میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

(۱) لڑکی کا نکاح جب وہ جوان ہو جائے۔

(۲) اذان سن کر مسجد جانے میں۔

(۳) جنازے کو دفن کرنے میں۔

(ترمذی، ابوب الجنائز، باب ماجاء فی تعجیل الجنازہ ۱۰۷۵۔ مشکوۃ تحقیق للالبانی۔ ۵۷۷)

ہمارے یہاں لڑکیاں عموماً دس سے پندرہ سال کی عمر میں اور لڑکے چودہ سے اٹھارہ سال کی عمر میں جوان ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہونا تو یہ چاہیے کہ اس عمر میں ان کے نکاح کر دیئے جائیں لیکن ہماری سوچ اس معاملے میں برعکس ہے۔ ہم خود ساختہ اندیشوں کی بنا پر اس اہم فریضے کو موخر کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ لڑکا یا لڑکی جوانی کی سرحد عبور کر جاتے ہیں۔

بھرپور جوانی کا حسین ترین اور کچھ کر گزرنے کے ولولوں سے بھرپور زمانہ ساتھی کے انتظار میں گزر جاتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں انسان محنت، ہمت، زندہ دلی، مضبوط قوتِ ارادی اور تنومندی کا مالک ہوتا ہے اس کے بعد تو وہ زوال کی طرف پلٹنا شروع ہو جاتا ہے۔

دیر سے شادی کرنے کے اسباب

دیر سے شادی کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟ آیا وہ اسلام کے حوالے سے کچھ حقیقت رکھتی ہیں؟ آیئے ان کا جائزہ لیں۔

حصولِ تعلیم:

تعلیم اور علم دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ہمارے اسلاف اس لیے علم حاصل کرتے تھے کہ وہ مفسر، محدّث، محقق، مورخ یا مہندس بن کر اپنی علمی وراثت اور تحقیقات نئی نسل کو منتقل کر سکیں۔ نیز اسلام کے عائد کردہ حقوق و فرائض اور آداب کا علم ہوتا کہ اچھے مسلمان بن سکیں۔ اپنے اعمال کی تہذیب اور تذہیب کر سکیں۔ دورِ حاضر میں تعلیم کو سرمایہ کاری کی حیثیت حاصل ہے۔ جتنی اعلیٰ ڈگریاں ہوں گی اتنی بڑی ملازمت ملنے کے امکانات ہوں گے۔ تعلیمی سرمایہ کاری کے اس جال میں لڑکیاں بھی پھنس چکی ہیں۔ لوگ رشتہ طے کرتے وقت لڑکے کی ڈگری کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔

ہمارے دین کے پیش کردہ ضوابط کی رُو سے معاشی بوجھ مرد کے ذمے ہے۔

لہٰذا تعلیم برائے ملازمت حاصل کرنا مرد کا حق بھی ہے اور ضرورت بھی لیکن لڑکی جو

معاشی بوجھ سے آزاد ہے اس پر تعلیم کا بوجھ لاد کر نکاح کے اہم دینی فریضے کو موخر کرنا درست نہیں ....نیز دورانِ تعلیم اگر مناسب رشتہ مل بھی جائے تو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے کہ ابھی تو تعلیم حاصل کرنا ہے۔لڑکیاں عموماً پندرہ سولہ سال تک میٹرک کر لیتی ہیں اور یہی تعلیم کی بنیاد ہے مزید تعلیم حاصل کرنا ہو تو نکاح کے بعد بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

بعض لوگ جب تک رشتہ نہیں ملتا لڑکیوں کو تعلیم میں مصروف رکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ رشتے کے حصول میں جو رکاوٹیں تھیں ان میں ایک اور کا اضافہ ہو جاتا ہے۔یعنی لڑکی کی تعلیم کے ہم پلہ تعلیم یافتہ لڑکا۔

متوسط طبقے کے لوگ لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلا کر اپنی مالی حیثیت تو مزید گرا دیتے ہیں لیکن لڑکیوں کی نظر اعلیٰ آفیسر ......بہت بڑے تاجر ....ڈاکٹر .... یا انجینیر پر ہوتی ہے جس کا ملنا دشوار ہوتا ہے۔

حصول تعلیم میں مصروف رہنے کی وجہ سے لڑکیاں گھر گھرہستی سے ناواقف رہتی ہیں۔ جب کہ ہر مرد کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بیوی گھر گھرہستی کے حوالے سے کامیاب اور سلیقہ شعار ہو۔نتیجہ یہ کہ شادی کے بعد زوجین میں تلخیاں جنم لینے لگتی ہیں۔

قدیم معاشرت میں سلیقہ شعاری، اہل خانہ کے ساتھ حسنِ تعلقات، خاوند کی اطاعت و وفاداری اور دل جوئی کی تعلیم و تربیت لڑکیاں غیر شعوری طور پر اپنی

والدہ اور گھر کی دیگر خواتین سے دیکھ دیکھ کر سیکھ جاتی تھیں۔

اب آنکھ کھولنے کے ساتھ ہی لڑکیاں سکول کی چار دیواری میں بھیج دی جاتی ہیں......اور شادی والے دن یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے۔زندگی کے حقائق سامنے آتے ہی وہ بوکھلا جاتی ہیں اور گھروں کا نقشہ جہنم زار بن جاتا ہے۔

بعض والدین لڑکیوں کو اس لیے تعلیم دلاتے ہیں کہ اگر کوئی نا اہل پلّے پڑ گیا تو لڑکی اپنا آپ خود سنبھال لے گی۔ یہ سوچ توکّل اور ایمان کے منافی ہے۔رشتہ کرنے سے قبل ہی نیت میں فتور ہو تو بعد میں بھی یہی کچھ ہو گا۔ایک مسلمان کو اللہ سے یہ اُمید رکھنی چاہیے کہ اللہ اس کی بیٹی کو ایسا شوہر دے گا جو امن و محبت کے ساتھ اس سے نباہ کرے گا۔نیز اگر لڑکی کا شوہر کسی وجہ سے معاشی ذمہ داری نہ اُٹھائے تو اسلام لڑکی کے اولیاء یا مرد کے اولیاء کو پابند کرتا ہے کہ وہ معاشی بوجھ اٹھائیں۔

☆ مولنٰا عاشق الٰہی بلند شہری لکھتے ہیں: ڈگریاں لینے سے نفسِ امارہ تو نہیں مر جاتا،شرعی نکاح نہیں ہوتا اور فلمیں دیکھ دیکھ کر خواہشات اُبھرتی رہتی ہیں اور غیر شادی شدہ عورتیں مائیں بن جاتی ہیں ۔ بے باپ کی اولاد سڑکوں پر پڑی ملتی ہے۔اس گناہ کا وبال کرنے والوں پر تو ہے ہی۔ماں باپ بھی اس گناہ میں شریک ہوتے ہیں کیونکہ وہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی موخر کرتے ہیں۔

(تحفہ خواتین،ص ۴۲۰)

دنیاوی تعلیم کا المیہ یہ بھی ہے کہ اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنے کے باوجود اکثریت دین کی تعلیم سے جاہل رہتی ہے۔انہیں اپنے ہاتھ اور جسم پاک کرنے کا بھی درست علم نہیں ہوتا۔

خودکفیل لڑکیاں مرد پر رعب جماتی ہیں، ان میں قوتِ برداشت کم ہوتی ہیں۔ اکثر لڑکے والے بھی خودکفیل لڑکی تلاش کرتے ہیں تاکہ گھر میں روپے پیسے کی ریل پیل ہو جائے۔مرد نہ بھی کمائے تو گھر کا خرچہ چلتا رہے۔یہ سوچ ہی خود غرضانہ اور اپنے فرض سے فرار کے مترادف ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دنیوی تعلیم ایک ہنر ہے اور دینی تعلیم ایک فریضہ، نکاح کے بعد ان کی ضرورت ختم نہیں ہو جاتی بلکہ دینی تعلیم کی ضرورت تو موت تک باقی رہتی ہے دینی تعلیم کا فریضہ اور نکاح صحابہ نے بھی ساتھ ساتھ نبھائے لہٰذا ہمیں بھی دونوں ساتھ ساتھ نبھانے چاہئیں۔

خوب صورتی:

رشتے کی تلاش میں خوبصورتی کو اوّلیت حاصل ہے۔والدین یہ چاہتے ہیں کہ ان کا انتخاب ایک ایسا حسن کا شاہکار ہو جسے پہلے کبھی کسی نے دیکھا نہ سنا ہو۔ اس مقصد کے لیے لڑکی کو ایسے دیکھا جایا ہے جیسے مقابلہ حسن کے منصفین عورتوں کے ہونٹ، چہرہ، گال، بال، قد، چال ڈھال اور ڈیل ڈول کا جائزہ لیتے ہیں۔ لڑکیاں بکاؤ مال کی طرح آنے والے مہمانوں کی نظر کا شکار ہوتی ہیں۔ادھر

والدین کو بھی علم ہوتا ہے کہ رشتہ طے ہونے کے لیے خوب صورتی لازمی ہے۔لہٰذا وہ انہیں بنا سنوار کر ماڈل گرل کے رُوپ میں مہمانوں کے سامنے لاتے ہیں۔لڑکے کا باپ، بھائی، دوست، ماں، بہنیں، خود لڑکا......لڑکی کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہیں تاکہ کوئی خامی یا خوبی چھپی نہ رہ سکے۔

اکثر والدین کو اپنی بیٹیوں کا اس طرح سامنے لانا گراں گزرتا ہے لیکن وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ سب کر گزرنے کے باوجود صرف اتنی سی بات پر رشتہ رہ جاتا ہے کہ لڑکی کا قد چھ فٹ سے ایک انچ کم ہے، آواز ذرا بھاری ہے، پلکیں گھنی ہیں، ناک موٹی ہے، جسم سمارٹ نہیں، وغیرہ

شریف گھرانوں کی لڑکیاں تو اس تکلیف دہ صورت حال سے تنگ آکر شادی نہ کرنے ہی کا فیصلہ کر لیتی ہیں۔دور حاضر میں لڑکوں کی خوب صورتی کو کم اہمیت دی جارہی ہے۔اس میں کچھ اور صفات دیکھی جاتی ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

شکلیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں، کوئی خوب صورت ہے، کوئی قبول صورت، کوئی گندمی رنگ کا ہے کوئی گورے رنگ کا کسی کا قد لمبا ہے، کسی کا درمیانہ.....یہ سب انسان کے اپنے بس میں نہیں۔شکل پر اعتراض کرنا تو دراصل اللہ کی تخلیق پر اعتراض کرنا ہے۔صاحبِ حسن دینی تعلیم، حقوق و فرائض اور آداب سے واقف نہ ہو تو یہ وبالِ جان ثابت ہوتا ہے۔جن لوگوں نے لڑکی کی خوب صورتی کو پیش نظر رکھا ان کا ازدواجی تجربہ کبھی کامیاب نہیں رہا۔البتہ اچھی سیرت اور دین و اخلاق کو دیکھنے کے

بعد اگر اچھی صورت بھی مل جائے تو اور بات ہے۔ حسن تو ایک فانی چیز ہے نہ معلوم کب اس پر بٹہ لگ جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے دین کو ترجیح دینے کی تاکید کی ہے۔ ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

تنکح المراۃ لاربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح ،باب الاکفاء فی الدین ،ح۵۰۹۰۔ مسلم، کتاب الرضاع ۱۴۶۶۔ سنن ترمذی ۱۰۸۶، ابنِ ماجہ ۱۸۰۸۔ ابو یعلیٰ ۶۰۷۸ بیہقی ۷/۷۹)

"عورت سے چار وجوہات کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال و دولت، حسب ونسب، جمال اور دین داری کی وجہ سے، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دین دار عورت سے نکاح کرنے میں کامیابی حاصل کرو۔"

لیکن اکثریت نے معیار اس کے برعکس صورت کو بنالیا ہے اور اس مقصد کے لیے بیسیوں لڑکیاں دیکھی جاتی ہیں۔ لڑکے کی ماں بہنیں، بھابھیاں، خود لڑکا روزانہ کسی نہ کسی لڑکے کو دیکھنے کی مہم پر نکلے ہوتے ہیں اور لڑکی کو ناپسند قرار دے کر لڑکی اور اس کے والدین کی دل شکستگی اور توہین کا لاشعوری طور پر ارتکاب کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ ضرور فرمایا ہے: "کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو

اسے ایک نظر دیکھ لو"۔(سنن ابی داؤد)

لیکن کب؟ جب باقی تمام معاملات میں فریقین باہم رضامند ہو جائیں۔ نیز یہ کہ لڑکی کو پتا ہی نہ چلے کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے۔

دیکھنے میں حکمت یہ ہے کہ بعض شکلیں بعض کو طبعاً اچھی نہیں لگتیں۔ ہر انسان کا خوب صورتی کا معیار جدا جدا ہے۔ دیکھنا رشتہ طے ہونے کا سب سے آخری مرحلہ ہے کیونکہ باقی تمام مطلوبہ چیزیں لڑکی کو بغیر دیکھے بھی معلوم کی جا سکتی ہیں لیکن موجودہ معاشرے میں سب سے پہلے یہ مرحلہ آتا ہے اور باقی مراحل بعد میں طے کیے جاتے ہیں۔ اس طرح ایک نہیں بیسیوں لڑکیوں کو لڑکے کے گھر کے بیسیوں افراد دیکھتے ہیں جن میں مرد تو سب ہی لڑکیوں کے لیے نامحرم ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بالارادہ نامحرم عورت پر ایک نظر ڈالنے سے بھی منع کیا ہے۔ قرآن حکیم میں بھی نامحرموں پر نظر ڈالنے سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔(النور: ۳۰)

"مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے خبردار ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (بالا ارادہ) نامحرم کو دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔(صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث کا حصہ)

یاد رہے کہ ایک نظر دیکھنے کی اجازت بھی صرف اس مرد کو ہے جس نے نکاح کرنا ہے۔ دیگر مردوں کا دیکھنا حرام ہے اور سخت گناہ۔

پہلے ہی مرحلے میں لڑکی کو نامحرموں کی مردوں کی ناقدانہ نگاہوں سے گزار کر لڑکے والے آغازِ نکاح ہی ایک گناہ کبیرہ سے کرتے ہیں۔ شیطان اس پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اس کے بعد مزید گناہوں کی ایک نہ ختم ہونے والی قطار لگ جاتی ہے۔

دورِ قدیم میں جب لونڈیوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی تب خریدار اس کے ایک ایک عضو کو دیکھتے، پرکھتے، اگر پسند آ گئی تو خرید لیا ورنہ چلتے بنے۔ دورِ حاضر کے مرد و عورت کے مساوی حقوق کا نعرہ لگانے والے معاشرے نے عورت کو لونڈیوں سے بھی بدتر حالت پر پہنچا دیا ہے۔ گو دعویٰ یہی ہے یہ مساوات ہے۔

نوجوانی:

رشتے کی تلاش میں جوانی کی شرط بھی ضروری ہے خصوصاً لڑکیوں کے لیے۔ لیکن لڑکیوں کے اصل جوانی کے ایام حصول تعلیم میں گزر جاتے ہیں، رشتہ ہوتے ہوتے بھی وقت لگتا ہے۔ یوں لڑکیوں کے رشتے ملنا مزید محال ہو جاتا ہے۔ اسلام جوانی کے آغاز ہی میں نکاح کر دینے کی ترغیب دیتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ کہتا ہے کہ دین اور اچھے اخلاق کے علاوہ دوسری خوبیاں مل جائیں تو بہتر ورنہ

خوبصورتی اور مال وغیرہ کی تلاش میں ان کے نکاح میں دیر کرنا فسادِ عظیم کا باعث ہے۔

اپنی برادری:

مغرب کی تقلید میں لوگ کافی حد تک اپنی برادری سے باہر رشتے کرنے لگے ہیں پھر بھی کئی گھرانے ابھی تک اس کی زد میں ہیں۔ علاقائی بنیادوں پر رشتے کرنے کی پابندی موجود ہے۔ پٹھان پٹھانوں کی ..... مہاجر مہاجروں کی ...... پنجابی پنجابیوں کی تلاش میں بچوں کے نکاح میں دیر کرتے جاتے ہیں۔ اسلام دین فطرت قبول کر لینے والے ہر فرد کو اسلامی برادری کا رکن قرار دیتا ہے۔ چاہے وہ کسی بھی علاقے، کسی بھی قبیلے یا کسی بھی زبان سے تعلق رکھتا ہو۔ حکم ربانی ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔ (الحجرات: ۱۰)

''تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔

خاندان تو صرف باہمی تعارف، حفاظتِ نسب اور ذی القربیٰ کے حقوق ادا کرنے کے لیے ہیں۔ (تفصیل دیکھیے عنوان ''کفو'' کے تحت)

بڑے بچے کا نکاح پہلے:

بعض اوقات اچھے، دل پسند اور موزوں رشتے اس لیے قبول نہیں کیے جاتے کہ پہلے بڑے بچے کا رشتہ ہو جائے۔ یوں بڑے بچے کا رشتہ طے ہوتے ہوتے

چھوٹا بھی اسی عمر کو آ پہنچتا ہے۔ پھر اس کا رشتہ کرنے میں بھی دشواری پیش آتی ہے۔ اسلام نے اس سلسلے میں کوئی پابندی عائد نہیں کی ، یہ ہمارا خود ساختہ تکلف ہے۔

بہتر روزگار:

لڑکوں میں خصوصاً بہتر روزگار بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے، ایسا لڑکا جس کے ہاں دولت کی فراوانی ہو یا بعد ازاں فراوانی ہونے کے امکانات ہوں مثلاً لڑکا بیرونِ ملک ہو......اچھی پوسٹ پر ہو.....وسیع کاروبار ہو......اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہو .....ہمارے ملک میں چونکہ بے روزگاری عام ہے۔ نچلا اور متوسط طبقہ عام ہے۔ اس لیے ایسے لڑکے ملنا محال ہوتا ہے۔

نیز لڑکیوں کے دماغ میں ٹی وی کلچر نے مال دار شوہر کا تصور بٹھا دیا ہے اس لیے کسی شہزادے کی تلاش کے لیے وہ بھی انتظار برداشت کرتی جاتی اور معمولی حیثیت والے لڑکوں کو ٹھکرا دیتی ہیں۔

لڑکے کی ماہانہ آمدن اور مزعومہ اخراجات کا اندازہ لگا کر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ لڑکی کی شادی کی جا سکتی ہے یا نہیں۔

لڑکے کا کاروبار حلال ہے یا حرام .....سودی کاروبار سے وابستہ ہے...... رشوت لیتا ہے......کسی اور حرام ذریعے سے کماتا ہے......اس کی پوچھ پڑتال کا لڑکی والوں کو خیال نہیں آتا۔ لڑکی والے خود کو مال دار ظاہر کرنے کے لیے بھاری جہیز دیتے ہیں۔ لڑکے والے بھی دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ شادی کے بعد پتا

چلتا ہے کہ مالی خوش حالی تو ایک فریب تھا...... اسلام رشتہ کرتے وقت مالی حالت کی بجائے دین کو ترجیح دینے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کا جو رزق مقدر کیا ہے وہ کسی دوسرے کے ہاتھوں میں جا ہی نہیں سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ جو لڑکا شادی سے پہلے ہزاروں کا مالک تھا بیوی آنے کے بعد دیوالیہ ہو جائے اور جسے نکاح سے قبل دو وقت کی روٹی مشکل سے ملتی تھی وہ لاکھوں کا مالک ہو جائے۔

اسلام ہمیں اللہ کے رزاق اور کفیل ہونے کا جو یقین مہیّا کرتا ہے اسی کے مطابق گھر میں آنے والا ہر فرد، ہر مہمان اور ہر نومولود اپنا رزق ساتھ لے کر آتا ہے اور اپنی قسمت کا کھاتا ہے، ہمارا کام کھلانے کی کوشش اور خواہش کرنا ہے، مہیّا کرنا اللہ کا کام ہے یہ ہمارا کام ہے ہی نہیں، ہم کون ہوتے ہیں کسی کو کھلانے یا پہنانے کا دعویٰ کرنے والے؟

اسلام تو یہ کہتا ہے کہ جیسا خود پہنو بیوی کو پہناؤ جیسا خود کھاؤ بیوی کو کھلاؤ۔ لہٰذا جو ہوگا جیسا بھی ہوگا بیوی بھی اس میں شامل ہوگی بقیہ اخراجات ہم نے خود بنا رکھے ہیں۔ فرنیچر، جہیز، کراکری، آرائشی اشیاء، سیر و تفریح کے اخراجات رنگ رنگ کے کھانے اور لباس وغیرہ۔ اسلام نے ہمیں اتنے زیادہ جھمیلوں کا مکلف ہی نہیں بنایا۔

رسول اللہ ﷺ نے بعض ایسے صحابہ کے نکاح کر دیئے جن کے پاس مہر دینے کے لیے لوہے کا چھلا تک نہیں تھا۔ علی رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح

ح کیا تو ان کے پاس سوائے ایک زرہ کے کچھ نہ تھا۔ یہی زرہ بیچ کر بستر، مشکیزہ، چکی وغیرہ مہیا کی گئی اور ایک انصاری سے گھر مستعار لیا گیا۔

جہیز:

لڑکے والے چاہتے ہیں کہ لڑکی کار، کوٹھی، موٹر سائیکل اور دیگر لوازمات کے ساتھ آئے۔ یوں لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ جہیز ہندوؤں کی رسم ہے۔ قرآن وسنت اور فقہی کتب اس کے نام اور احکام سے یکسر خالی ہیں۔ ہندوؤں کی دیگر رسومات کی طرح ہم نے اس کو بھی گلے کا طوق بنا رکھا ہے۔ امیر طبقہ نمود ونمائش کے لیے بھاری جہیز دیتا ہے اور متوسط طبقہ ان کی نقالی میں ...... جب کہ غریب طبقے کے لوگ بیٹی پیدا ہوتے ہی اپنا پیٹ کاٹ کر جہیز بنانا شروع کر دیتے ہیں اور شادی کے وقت قرض اٹھا کر جہیز مکمل کرنے کی کوشش کرتے اور تاحیات سودی قرض ہی ادا کرتے رہتے ہیں۔

معاشرے میں یہ خیال عام ہو چکا ہے کہ جہیز کے بغیر لڑکی کو کوئی قبول ہی نہیں کرتا، لڑکیوں والے والدین جہیز کو ایک مجبوری سمجھتے ہوئے بھی اسے دن بدن بڑھاوا دینے اور اس قبیح رسم کو جاری رکھنے میں مصروف ہیں۔ اگر لڑکی والے کسی دین دار لڑکے کو پسند کریں تو یقیناً وہ جہیز کے مالی بوجھ سے نجات پا جائیں لیکن افسوس تو یہ ہے کہ وہ بھی دین دار کے بجائے مال دار ڈھونڈنے کے چکر میں رہتے ہیں نتیجہ یہ کہ داماد جس قدر مال دار گھرانے کا ہوتا ہے، اس کے سٹیٹس کی وجہ سے

لڑکی والے اتنا ہی زیادہ قیمتی، اعلیٰ اور زیادہ جہیز دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

جہیز کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ لڑکا لڑکی کے والدین پر اپنے مالی معاملات کا انحصار کرنے لگتا ہے۔ وہ بیوی کی ذمہ داری اٹھانے کے بجائے اسے بار بار والدین کی طرف بھیجتا ہے تاکہ وہی اس کی مالی ذمہ داریاں پوری کریں۔

یوں والدین کو بیٹی کے فرض سے سبک دوش ہونے کے بعد اس کے خاوند اور بچوں کے مالی بوجھ بھی اٹھانا پڑتے ہیں۔ اس کا آسان طریقہ یہی ہے کہ نکاح سے پہلے ہی مرد کو یہ باور کرایا جائے یا اس کے والدین کو کہہ دیا جائے کہ لڑکا یا اس کے والدین ہی لڑکی کو چولہا چوکا اور دیگر تمام ضروریات مہیّا کریں گے۔

لڑکے والے جہاں سے بھاری جہیز ملے وہیں رشتہ کرتے ہیں۔ صرف جہیز ہی نہیں ساتھ ساس اور نندوں کو کڑے تک پہنانے کا رواج عام ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس ظالمانہ اور ہندوانہ رسم سے پورے طور پر کنارہ کرنا ہمارا فرض ہے۔ اسلام لڑکی کی مالی ضروریات، گھریلو سامان اور خوردونوش کا پورا بوجھ مرد پر ڈالتا ہے۔ مرد کو اس کا پاس اور احساس ہونا چاہیے۔ وہ مرد بے غیرت ہے جو بیوی کے لائے ہوئے جہیز پر معاشرے میں ریا کرتا اور اکڑ کر چلتا ہے۔

خاندان چھوٹا ہو:

دور حاضر میں مادی آسائشوں کے حصول کی خواہش نے انسان کو خودغرض بنا دیا ہے۔ خاندان کے حقوق ادا کرنے سے فرار کی روش عام ہو چکی ہے۔ والدین

یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی اکیلی ہو یا اس کے بہن بھائی کم ہوں تا کہ ان کے بیٹے کو سسرال کے حوالے سے کم ذمہ داری اٹھانی پڑے......ادھر لڑکی والے بھی ساس اور نندوں کا وجود برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔''کم بچے خوشحال گھرانے''......کے سلوگن نے بھی اس ذہنیت کو عام کیا ہے۔

بچوں کی پسند:

دور حاضر میں اسلام سے دوری........اخلاقِ فاضلہ سے بُعد ....نمود و نمائش......اور دھوکہ دہی نے غیر ضروری چیزوں کو ضرورت کا درجہ دے دیا ہے۔ بچے ٹی وی، فلم اور ڈراموں میں جو معاشرت اور لڑکے لڑکیوں کے آئیڈیل دیکھتے ہیں وہ بھی ایسے ہی چاہتے ہیں، حقیقی زندگی میں یہ نہیں ملتا۔ جب انہیں اپنا آئیڈیل نہیں ملتا تو وہ انکار کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات جہاں بچے پسند کرتے ہیں وہاں والدین کو اختلاف ہوتا ہے۔ اکثر لڑکے، لڑکیاں مرضی کی شادی میں والدین کی عزت........معاشرے کی روایات اور اسلام سے بھی فرار حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ لڑکیاں گھروں سے بھاگ رہی ہیں لیکن پسند کی شادی یا گھر سے بھاگنے کا مرحلہ تب آتا ہے جب بچے بڑی عمر کے ہو جائیں اگر مناسب عمر تیرہ سے اٹھارہ سال کے درمیان شادی کر دی جائے تو یہ نوبت نہیں آتی۔

بچے سمجھ دار ہو لیں پھر:

بعض والدین کی سوچ یہ ہے کہ بچہ کم از کم بائیس پچیس سال کا ہو جائے پھر

شادی کریں گے ورنہ بچی گھر نہیں سنبھال سکے گی، اس کی صحت خراب ہو جائے گی۔لڑکا پاؤں پر کھڑا ہو لے۔) اصل بات یہ ہے کہ دور حاضر میں لڑکوں اور لڑکیوں کو گھریلو تربیت کے بجائے تعلیم اور تفریحات ٹی وی، مینا بازار وغیرہ میں مشغول رکھا جاتا ہے۔نتیجہ یہ کہ وہ بائیس پچیس سال کی عمر میں بھی سمجھ دار نہیں ہو پاتے اوران کی راہنمائی والدین ہی کو کرنا پڑتی ہے۔اگر بچپن سے بچوں کی گھریلو تربیت کی جائے تو وہ سولہ سترہ سال کی عمر تک گھریلو امور سمجھنے لگتے ہیں۔ نیز اسلام نے نکاح کے لیے یہ شرط عائد نہیں کی کہ بچہ سمجھ دار ہو جائے تو اس کی شادی کی جائے البتہ یہ حکم ضرور ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دی جائے اور بلوغت لڑکیوں میں دس گیارہ سال اورلڑکوں میں پندرہ سولہ سال کی عمر تک نمودار ہو جایا کرتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ سمجھ داری کا معیار بھی معاشرے نے اپنا ہی بنا رکھا ہے اوراس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی، دوسروں سے بے دھڑک بات کر سکے، اپنے کاروبار یا معاملات میں جہاں مصلحت یا مفاد دیکھے وہاں فریب، ملمّع سازی اور چکنی چپڑی باتوں سے اپنا کام نکال لے۔تعلیم یا کسی اور ہنر میں یا فیشن کرنے اور زمانے کے چلن کے ساتھ ساتھ چلنے میں خاصا ہوشیار ہو جائے اوراسی کو اپنا مقصدِ زندگی بنا کر اس کے لیے دن رات ایک کر دے۔حالانکہ اسلام میں سمجھ داری کا معیار یہ ہے کہ انسان میں اچھے برے کی تمیز پیدا ہو جائے۔وہ اپنی

آخرت کے مفاد کے لیے ہر ایک صالح عمل کرنے اور لغو کاموں کو چھوڑ دینے کے لیے ہر وقت کوشاں رہنا شروع کر دے۔

دورِ حاضر میں والدین جس کو سمجھ داری کہتے ہیں وہ عمر پختہ ہو چکی ہوتی ہے۔ بچے ضدی اور اپنی بات منوانے کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ ذمہ داری سے گریز کی عادت ہو چکی ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ شادی کو ایک پابند زندگی سمجھتے ہوئے اس سے فرار کی کوشش کرتے ہیں۔ بلوغت کے ساتھ ہی کی ہوئی شادی سے بچہ حقوق و فرائض اور بچوں کی ذمہ داری کو بخوشی قبول کر لیتا ہے اور اسے اس میں کوئی نفسیاتی مشکل پیش نہیں آتی۔ معصوم ذہن اور نوعمری کے ابھرتے ہوئے جذبات ایک دوسرے کے ساتھ فوراً گھل مل جاتے ہیں۔

فیملی پلاننگ:

بچوں کے سمجھ دار ہونے کا ذہن فیملی پلاننگ نے بنایا ہے۔ اسلامی احکامات کی روح سے اکثریت ناواقف ہے۔ دنیاوی آسائشوں نے مقصدِ زندگی کا رُوپ دھار لیا ہے۔ ٹی وی، ریڈیو، رسائل، اخبارات اور خود افراد معاشرہ فیملی پلاننگ کی تشہیر کر رہے ہیں۔ درسی کتب کی پہلی جماعت ہی سے بچوں کو ''کم بچے خوش حال گھرانہ'' کا تصور دیا جا رہا ہے۔ مصنوعات پیش کرنے والے ادارے صرف میاں بیوی کی تصویر دے کر ان کے حسین لمحات کی عکاسی دکھاتے ہیں، ناگزیر صورت میں ایک یا دو بچے ساتھ دکھا دیئے جاتے ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ شادی دیر

سے کروتا کہ کم بچے پیدا ہوں اور مائیں صحت مند رہیں۔

جنس کے بارے میں لٹریچر عام مل رہا ہے۔ پیدائش روکنے والی دوائیں اور آلات جگہ جگہ دستیاب ہیں، یوں زنا کا دروازہ تو پوری طرح کھول دیا گیا ہے اور شادی پر پابندی عائد کی جارہی ہے۔ یہ تشہیر اس قدر پُر تاثیر اور زبردست ہے کہ کوئی مانے یا نہ مانے اس سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔

یہاں تفصیل کا تو موقع نہیں لیکن اتنا ضرور کہنا ہے کہ جب انسان سخت بھوکا ہو، اس وقت اسے کھانے سے روکا جائے اور جب معدہ خراب ہو اس وقت اسے کھانے کو دیا جائے، دونوں میں کون سا رویہ درست ہے۔ انسان کی صنفی خواہش بھی ایک اشتہا ہے۔ اسلام اسے اس وقت تسکین مہیا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جب اس کا تقاضا سیلاب کی طرح ہوتا ہے تاکہ غلط جگہوں پر ابل کر صرف متعلقہ انسان ہی کو نہیں، قرب و جوار کو بھی بے حیائی اور مفاسد میں غرق نہ کردے۔

تاخیر سے شادی کرنے سے فرد بہت سی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ماہرین کے مطابق بانجھ پن کا ایک سبب تاخیر سے شادی کرنا بھی ہے۔ (بیدار ڈائجسٹ، ۱۹۹۵۔ امریکہ پر بانجھ پن کا عذاب) مشین کا جو پرزہ جس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے اگر اس سے طویل مدت تک وہ کام نہ لیا جائے تو وہ زنگ خوردہ ہو کر بے کار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی جسم کے اللہ تعالیٰ نے جو اعضاء جس کام کے لیے پیدا کیے ہیں ان سے وہ کام نہ لیا جائے تو وہ بیمار یا بیکار ہو کر ساتھ دوسرے

جسم کو بھی بیمار کر دیتے ہیں۔

جلد شادی نہ کرنے کی وجہ سے مردوں میں خود لذّتی کا مرض پیدا ہو جاتا ہے بلکہ بلوغ کے ساتھ ہی اکثریت اس کا شکار ہو جاتی ہے۔اس سے اعضائے تناسل کا فطری نظام اور طریق کار بگڑ جاتا ہے اور مرد آئندہ افزائشِ نسل کے قابل نہیں رہتا۔بعض مرد تو اپنی بیوی کو بھی اس عادتِ بد کی وجہ سے تسکین مہیا نہیں کر سکتے۔بعض مرد اپنا عیب چھپانے کے لیے شادی ہی نہیں کرتے اور بعض شادی کر لیتے ہیں لیکن بیوی پر یہ دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ کسی کو یہ نہ بتائے کہ اس کا خاوند اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے۔اگر بیوی نرم مزاج اور شرم وحیاء والی ہو تو وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود کنوارے پن ہی میں اپنی زندگی گزار دیتی ہے۔ دورِ حاضر میں جن میاں بیوی کے ہاں اولاد نہیں ہے،اگر سروے کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ۸۰٪ مرض کا شکار مرد حضرات ہیں۔

خواتین میں جلد شادی نہ ہونے کی وجہ سے خون کی کمی ہو جاتی ہے،رنگ پیلا ہو جاتا ہے۔فطرت کا اصول یہ ہے کہ ہر طہر کے بعد عورت میں بچے کی پیدائش والے خلیے پیدا ہوتے ہیں اور وہ اپنا فطری کام سرانجام دینے کے لیے بے قرار ہو جاتے ہیں،جس کی وجہ سے عورت کے اندر ایک نامعلوم بے چینی،ضِد،غصہ،چڑچڑاپن پیدا ہوتا ہے،جسے دبانے یا قابو میں رکھنے کے لیے اسے اضافی محنت کرنا پڑتی ہے یا اپنے آپ کو مختلف کاموں میں مشغول

رکھنا پڑتا ہے، اس کے علاوہ ایام میں بے قاعدگی، سر درد، کمر درد اور سستی اور لیکوریا شامل ہیں۔

دورِ حاضر میں لڑکیاں غیر فطری راستے تلاش کرتی ہیں مثلاً خود لذتی یا اپنی صنف کی طرف رجحان وغیرہ۔

دورِ قدیم میں مرد اور عورت کی صحت آخر عمر تک قابلِ رشک رہتی تھی جس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ وہ لوگ فطری اور سادہ غذائیں کھاتے اور بروقت شادی کر کے اپنے اعضاء کو اپنی کارکردگی پوری کرنے کا موقع دیتے تھے۔

نکاح کی عمر:

اسلام میں نکاح کی اصل عمر بلوغت ہے۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ لڑکی کو حیض آئے اور لڑکے کی جب داڑھی مونچھ نکل آئے۔ بعض علاقوں میں بلوغت جلد ہوتی ہے اور بعض میں دیر سے۔ بلوغت میں ماحول کا اثر ہوتا ہے، ماحول جس قدر ہیجان انگیز ہوگا بچے اسی قدر جلد بالغ ہوں گے۔ اسی لیے اسلام نے ہیجان انگیزی کو بیدار کرنے والے معمولی سے عامل کو بھی برسرِ عام آنے اور ہونے سے شدت سے منع کیا ہے۔ پاکستان یا جو بھی حکومت نکاح کی عمر مقرر کرتی ہے وہ دراصل فطرت کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتی ہے۔

جس معاشرے میں آٹھ اور نو سال کی عمر میں ہی بچوں کو سرِ عام ذرائع ابلاغ صنفی جذبات کو ابھارنے والے مناظر دکھا رہے ہوں۔ ہر طرف ننگے اشتہارات کا

سیلاب ہو۔عورتیں اور مرد نیم عریاں لباس پہنیں، وہاں نکاح کی عمر کا قانونی تعین کرنا نوجوانوں پر ظلم اور انہیں بے راہروی کی دلدل میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔نکاح کی عمر کا تعین کرنے والے غالباً یہ چاہتے ہیں کہ فرد بائیس، پچیس یا تیس سال کی عمر میں نکاح کرنے سے پہلے بے حیائی کے تعفن میں خود کو غرق کر دے یا اپنی جان اور جوانی میں اٹھنے والی سرکش لہروں کو دبانے میں اپنی زندگی کے قیمتی ایام صرف کر دے۔مولنا ظفیر الدین ندوی اس صورتِ حال کے بارے لکھتے ہیں:۔

''بجائے اس کے کہ انہیں امتحان میں ڈال دیا جائے اور سمندر کی لہروں سے کھیلنے کا موقع دیا جائے، اچھا یہ ہے کہ ایسا انتظام کیا جائے کہ وہ اس دور کی ہلاکت خیزیوں سے صحیح وسالم نکل جائیں اور اس کی صورت اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ ان کی شادی کر دی جائے تاکہ وہ اپنی عفت و عصمت کے فانوس کو ٹوٹنے سے بچا لے جائیں اور غلط حسن و عشق کی زُلفِ پُر پیچ میں نہ الجھیں۔ (اسلام کا نظامِ تربیت)

ہر کام اپنے وقت پر ہی اچھا لگتا ہے اگر دس سال کے بچے کو پہلی کلاس میں بٹھا دیا جائے تو یہ اچھا نہیں لگے گا، اسی طرح دلہا دلہن بننے کی بھی ایک عمر ہے جس میں بھرپور جوانی ہوتی ہے اور شادی کے بعد بھی کئی سال تک اس سے لطف اٹھایا جا سکتا ہے لیکن جب چہرے پر جھریاں پڑ جائیں، بال سفید ہو جائیں، تو یہ وقت خود دلہن دلہا بننے کا نہیں' بچوں کے دلہا دلہن بننے کا ہوتا ہے۔فرمانِ رسالت ہے:

اِنَ المرأۃَ تقبَلُ فی صورۃ شیطان فاذاآبصَراحَدُکم اِمرأۃ فلیأتِ

اهلهُ فان ذالك يَرُ دُّمافي نفسه ۔

''عورت شیطان کی صورت میں آتی اور جاتی ہے لہذا جب کوئی عورت تم کو اچھی لگے تو اپنی بیوی سے اپنی حاجت پوری کرو، (کیونکہ نسائیت کے لحاظ سے اس کے پاس بھی وہ ہی کچھ ہے جو اس عورت کے پاس ہے۔) اس طرح اس (اجنبی عورت) کا خیال دل سے جاتا رہے گا۔) (صحیح مسلم، کتاب النکاح)

نکاح ایک عبادت

نکاح کا مطلب ہے گھل مل جانا جیسے کہا جاتا ہے نَـکَـحَ الْمَطَرُ الْاَرْض۔ ''بارش کے قطرے زمین میں جذب ہو گئے''۔ اصطلاحِ شریعت میں یہ اس معاہدے کا نام ہے جو دو عادل گواہوں کی موجودگی میں مرد اور عورت کے ولی کے ذریعے عمر بھر مل کر زندگی گزارنے اور ایک دوسرے کی صنفی ضرورت پوری کرنے کے لیے عمل میں آتا ہے۔ اسلام میں نکاح معاشرتی معاہدہ ہی نہیں عبادت بھی ہے، حکم ہے:۔

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ ۔(النور : ۳۲)

''اور تم میں سے جو بے نکاح لوگ (مرد اور عورت) ہوں ان کے نکاح کر دیا کرو''۔

یہاں ایامی کا لفظ آیا ہے اس کا واحد ''ایم'' ہے۔ یہ لفظ ہر غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے مستعمل ہوتا ہے اس میں کنوارا، کنواری، رنڈوا، بیوہ اور مطلقہ کی کوئی قید نہیں۔

یہ حکم اتنا موکد ہے کہ تمام انبیاء نے اس پر عمل کیا، کسی نے ایک اور کسی نے

ایک سے زائد نکاح کر کے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ نکاح کیے۔ آپ کو جب پتا چلا کہ بعض صحابہ نے صرف نوافل اور روزے رکھنے کے لیے اپنے آپ کو بیویوں سے الگ رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے تو آپؐ نے ان کو تنبیہ کی اور فرمایا:۔

آما! اِنی واللہ اخشاکم للہ واتقاکم لہ لکنی اَصومُ واُفطِرُ، وَاُصلّی وارقُدُ، واتزوَّجُ النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی ۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۵۰۶۳۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن طاقتہ فی نفسہ الیہ، ح:۱۴۰۱)

''واللہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کی ناراضگی سے بچنے والا ہوں لیکن (میرا عمل یہ ہے) کہ میں کبھی نفل روزے رکھتا ہوں اور کبھی چھوڑ دیتا ہوں، راتوں کو نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (یہ میرا طریقہ ہے) اور جو میرے طریقے سے منہ موڑ دے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔'' (صحیح بخاری)

بعض علماء نے نکاح کی اہمیت اور عظمت کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایمان اور نکاح کے علاوہ اور کوئی عبادت ایسی نہیں جو آدمؑ سے لے کر آج تک برقرار رہی ہو اور پھر جنت میں بھی برقرار رہے۔

(اسلامی معاشرے میں عورت کا کردار، ص، از یوسف اصلاحی)

☆ مولنا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: نماز عظیم عبادت ہے لیکن جیسے ہی

سلام پھیرا عبادت ختم ہوگئی ....لیکن نکاح ایجاب وقبول سے لے کر .... سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، باتیں کرتے، کماتے ہر حالت میں یہ عبادت جاری ہے، حالات کا تغیر اس کو قطع نہیں کرتا۔ مثلاً اگر آپ نماز میں بول پڑیں تو نماز کی عبادت ختم ہو جائے گی لیکن یہ عبادت ایسی ہے کہ آپ بیوی سے جتنی زیادہ پیار ومحبت کی باتیں کریں گے یہ عبادت مقبول ہوگی۔ پھر یہ عبادت جلالی بھی ہے اور جمالی بھی، اس میں مختلف مزاجی کیفیات اوران سے کامیابی کے ساتھ گزر جانا، ان مزاجی کیفیات کو برداشت کرنا بھی عبادت ہے۔ (از ماہنامہ الحسن) رسول اللہ نے فرمایا:

فی بضعِ احُدُکم صدقةٌ ،قالوا!یارسول الله أیاتی احدُناشهوتهُ ویکونُ لهُ فیها اجرٌ؟قال ارئیتم لووضعهافی حرام أکان علیهِ فیهاوِزرٌ؟فکذالك اذاوضعهافی الحلال کان لهُ اجرٌ۔

(صحیح مسلم کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع ......الخ رقم الحدیث ۱۰۰۶)

”ہر وہ لقمہ جو خاوند بیوی بچوں کو کھلاتا ہے اس کے لیے اجر پاتا ہے“۔ صحابہ نے عرض کیا ”اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم کرتا ہے کیا وہ اس کا بھی اجر پاتا ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”کیا خیال ہے اگر وہ حرام طریقے سے شہوت پوری کرتا تو گنہ گار نہ ہوتا، اب جب اس نے حلال طریقہ اختیار کیا تو اس کے لیے اجر ہے۔“

حقوق العباد کی اُمّ الرّاس:

عبادات دو قسم کی ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق اللہ کا تو ہر انسان پر اطلاق ہوتا ہے۔ حقوق العباد کا دائرہ غیر شادی شدہ کے لیے سکڑا سمٹا ہوتا ہے لیکن نکاح کے ساتھ ہی حقوق العباد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ سسرال، میکے، بچے، بیوی، میاں، سب کے حقوق نکاح کے بعد ہی عائد ہوتے ہیں۔ جس طرح ہر عبادت کے لیے وقت.... احکام...... شرائط...... اور آداب ہیں اسی طرح نکاح کے لیے بھی ہیں۔

بیوی کے انتخاب کی شرائط اور آداب

صاحبِ ایمان:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ۔(البقرہ: ۲۲۱)

''مشرکہ عورت سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائے، مشرک عورت خواہ تم کو کیسی بھلی لگے اس سے مومن لونڈی بہتر ہے''۔

گویا صاحبِ ایمان مرد کا انتخاب صاحبِ ایمان عورت ہونا چاہئے کیونکہ ایمان ہی صفاتِ حسنہ کی بنیاد ہے۔ بیٹوں کے والدین یا وہ خود نکاح میں برکت، مودت، رحمت اور سکون کے خواہش مند ہیں تو صرف صاحبِ ایمان لڑکی تلاش کریں۔ تلاش میں اگر کچھ دیر بھی ہو جائے تو دانستہ نہیں بلکہ اللہ ہی کے حکم کی تلاش میں ہوگی، حسنِ طلب اور حسن نیت کی وجہ سے اللہ خود ان کی مدد کرے گا۔ اگر بیٹوں کے والدین ایمان کو ترجیح دینے لگیں تو معاشرے میں لڑکیوں کی ایمانی تربیت کا رواج بڑھ جائے گا۔

دورِ حاضر میں ایمان کی کم یابی کی ایک وجہ صاحبِ ایمان بیٹیوں کے بَر نہ ملنا بھی ہے۔ گویا اس جرم میں ان لڑکوں کے والدین کا بھی ہاتھ ہے جو صاحبِ ایمان لڑکیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ صاحبِ ایمان عورت باحیا، بااخلاق، خدمت گزار، اطاعت شعار اور مرد کا ہر حالت میں ساتھ دینے والی ہوتی ہے کیونکہ اس کے سامنے امہات المومنین اور صحابیات کا طرزِ عمل ہوتا ہے اور وہ انہی کو پیشوا اور آئیڈیل سمجھتی ہے لہٰذا شوہر کو حرام کمانے اور دیگر امور میں اللہ کی نافرمانیوں سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔

ایمان کیا ہے؟ یہ جاننے کے لیے قرآن حکیم کا ترجمہ خود پڑھیں، بچوں کو پڑھائیں اور احادیث کی مستند کتابوں کا مطالعہ کریں۔ صحیح مسلم کی ''کتاب الایمان'' کا خاص طور پر مطالعہ کریں۔ قرآن و احادیث میں ایمان کی جو صفات بیان کی گئی ہیں آج ان کا مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں کتنا قحط ہے؟ غور کریں اور کوشش کریں کہ ہم ان لوگوں میں شامل نہ ہوں جو ان صفات کو قابلِ ترجیح نہیں سمجھ رہے۔

دین پر عمل پیرا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عورت سے چار وجوہات کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے اس کا مال، اس کا نسب، اس کا حسن و جمال، اس کا دین، اے ابو ہریرہ! تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں

تو ہمیشہ دین پر عمل پیرا عورت تلاش کرنا۔ (صحیح مسلم، کتاب الرضاع)

معلوم ہوا کہ اہلِ دنیا کی نظر میں لڑکی کا حسن، مال اور نسب ہوتا ہے لیکن اہلِ ایمان کی نظر میں لڑکی کا صرف دین ہوتا ہے۔

پاک دامن:

اللہ تعالیٰ نے بغرض نکاح عورتوں کی تعریف میں فرمایا:

مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ (النساء، ۲۵)

"عفیفہ ہوں نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے والیاں اور نہ درپردہ یارانہ گانٹھنے والیاں"۔

یعنی عورت باحیاء پاک دامن، شریف وعفیف، چار دیواری میں رہنے والی ہو.....اس میں بدکار عورتوں والی خُوبُو تک نہ ہو، نہ غیروں کے ساتھ یا غیروں کے سامنے نیم عریاں لباس میں پھرنے والی ہو، نہ ہی چوری چھپے مردوں سے یارانہ گانٹھنے والی، نہ مردوں سے ازخود نکاح کے قول وقرار کرنے والی۔

باحیاء اور باعفت اور صاحبِ ایمان بیوی کی شرط اتنی کڑی ہے کہ اگر آزاد باعفت مومن عورت کا رشتہ کسی مرد کو نہ مل سکے تو پھر فرمایا:۔

مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ۔(النساء : ۲۵)

"اور جو شخص تم میں سے مومنہ آزاد عورتوں سے نکاح کا مقدور نہ رکھے تو وہ

مومن لونڈیوں ہی سے جو تمہارے قبضے میں آ گئی ہوں، ان سے نکاح کر لے۔''

گویا معاشرے میں کم تر طبقے سے تعلق رکھنے والی صاحبِ ایمان اور باعفت عورت اللہ کے ہاں آزاد بے حیا عورت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

عفت و عصمت مرد و عورت کا اصل جوہر اور اسلامی معاشرے کا قیمتی اثاثہ ہے۔ اس کی حفاظت ہی کے پیش نظر ستر و حجاب اور نگاہ نیچی رکھنے کے احکام دیے گئے ہیں...... جو عورت بن سنور کر باہر نکلے غیر مردوں سے بے تکلف باتیں کرے، رخسار و گیسو کی نمائش کرے، اس میں حیا و عفت کا جوہر کہاں؟

اگر اسلام ہمارا دین اور مسلمان ہونا ہمارے لیے باعثِ عزت ہے تو پھر شرم و حجاب کو اختیار کرتے ہوئے تامّل کیوں؟ ہمارا انتخاب تو وہ عورت ہونا چاہیے جو حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ .... ''خیموں میں بند کی گئی حوروں''...... کی طرح جو نہ خود اس نے غیر محرم کو دیکھا ہو نہ غیر محرم نے اس کو دیکھا ہو۔ جو عورت فون پر دل لگی کرے، انٹرنیٹ پر چھیڑ چھاڑ کرے، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، ہاتھوں میں ہاتھ دے کر اجنبیوں کے ساتھ گھومے۔ یا نکاح سے مشروط کسی اور حرکت کو غیر مرد سے پورا کرے اور چلتی بنے یا کورٹ میرج کرے تو ایسی عورت سے نکاح نکاح نہیں سفاح (بے حیائی) اور حرام کاری ہے۔ (صرف یہی نہیں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کی کسی عورت سے مسلمان مرد کو شادی کی رخصت دیتے ہوئے بھی عورت کے محصنہ (پاک دامن) ہونے کی شرط رکھی فرمایا:

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَ طَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَ لَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔(المائدۃ،۵)

''آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی جاتی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔ نیز ان کی پاک دامن عورتیں بھی (تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں) جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ بشرطیکہ اس سے تمہاری غرض مہر ادا کر کے انہیں نکاح میں لانا ہو، محض شہوت رانی اور خفیہ آشنائی نہ ہو اور جس نے ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا اس کا وہ عمل برباد ہو گیا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کی صرف اجازت دی ہے اور اجازت ضرورت کی محتاج ہوتی ہے اگر کوئی حقیقی ضرورت نہ ہو پھر کتابیہ پاک دامن عورت سے نکاح کرنے سے گریز ہی کیا جائے گا، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس پر یہ کہہ کر قانونی پابندی عائد کر دی کہ اس طرح مومنہ عورتیں بغیر نکاح کے بیٹھی رہیں گی۔

صالحه ، قانته ، حافظة للغيب :

اللہ تعالیٰ نے معیاری بیوی کی صفات میں فرمایا:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰه۔(النساء: ٣٤)

''پس صالحہ عورتیں ، فرماں برداری کرنے والیاں اور (شوہروں کی) پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال وآبروکی) حفاظت کرنے والیاں۔''

اس آیت میں نیک بیوی اور اسلامی لحاظ سے معیاری بیوی کی مندرجہ ذیل تین صفتیں بتائی گئی ہیں:

(۱) صالحہ:۔ یعنی صالح عمل کرنے والی بیوی، یاد رہے کہ ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی ضروری ہے۔

(۲) قانتہ:۔ ہر حالت میں برضاءورغبت اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے والی۔

(۳) حافظۃ للغیب:۔ اپنے شوہر کے مال، آبرو اور نسب کی محافظ عورت۔

رسول اللہ نے فرمایا:

اربع من السعادة المرأة الصالحة المسكن الواسع والجار الصالح والمركب الهينى واربع من الشقاء المراة السؤو الجار السوء والمركب السؤو المسكن الضيق۔

(مسند احمد، ۱۰۸۔ابن ماجہ، ۱۲۳۲۔الترغیب وترھیب ۳/ ۶۸۔مجمع الزوائد ۴/ ۲۷۲۔سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ۲۸۲)

"چار چیزیں خوش بختی کی علامت ہیں۔صالح بیوی، کشادہ گھر، نیک ہمسایہ، اچھی سواری۔چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں، بری بیوی، برا ہمسایہ، بری سواری، تنگ گھر۔

نیز آپ نے فرمایا:

الدنیامتاع وخیرمتاع الدنیاالمراۃ الصالحۃ۔

(مسلم، کتاب الرضاع ۱۴۶۹۔سنن نسائی ۳۲۳۲، ابن ماجہ ۱۸۵۵)

"دنیا فائدہ کی چیز ہے اور بہترین فائدہ نیک عورت (بیوی) ہے۔"

معلوم ہوا کہ نیک عورت کا انتخاب کرنا ہی خوش بختی ہے نیز اگر بیوی بری ہو تو وہ ہر وقت کی ساتھی ہوتی ہے اس کی برائی سے بچنا ناممکن ہوتا ہے جب کہ بیوی اگر نیک ہو تو ہر وقت کی ساتھی ہوتی ہے لہٰذا وہ آدمی کے نیک کاموں میں ہر وقت معاون رہتی ہے۔

ایمان میں معاون:

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ حکم نازل ہوا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔

"اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن عذاب الیم کی خبر سنا دو"۔

اس وقت ہم سفر پر تھے، ہم نے کہا، کاش! ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا مال بہتر ہے، اس پر آپؐ نے فرمایا:۔ ''ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل، ایمان پر مدد کرنے والی بیوی''۔ (سنن ترمذی)

بیوی کو اردو زبان میں شریکِ زندگی یا رفیقہ حیات کہا جاتا ہے، یعنی جیون ساتھی، مرد نکاح کے ذریعے ایک ایسے ساتھی کو حاصل کر لیتا ہے۔ جو اس کی صنفی ضروریات، جسمانی ضروریات، دینی ضروریات، اخلاقی ضروریات، معاشرتی ضروریات، غرض ہر ضرورت میں معاون ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کا مقصدِ زندگی دین پر خود قائم رہنا اور دوسروں کو قائم رکھانا ہے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب اس کی شریکِ زندگی بھی اس مقصد کی علم بردار ہو۔

اکثر والدین اپنے بچوں کی دینی تربیت کرتے ہیں یا بچے از خود دین پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں لیکن جب رفیقِ حیات کا مرحلہ آتا ہے تو کبھی رشتہ داری، کبھی شکل و صورت، کبھی تعلیم، کبھی مالی حیثیت، کبھی حسب و نسب کو دین پر ترجیح دی جاتی ہے۔ کبھی بچوں کو والدین کی پسند پر اپنی دینی پسند کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ شادی کے بعد لڑکا لڑکی کو یا لڑکی لڑکے کو خود اپنا ہم خیال بنا لے گی حالانکہ ہم خیال بننے اور بنانے کا زمانہ بچپن ہوتا ہے اور بچپن کب کا گزر چکا جو خیالات پختہ ہو چکے اب وہ کیسے کسی دوسرے نظریئے کے لیے جگہ خالی کریں گے۔ جہاں بھی ایسے رشتے ہوئے، اختلافات اور بدمزگی ہی رہی۔ اگر کسی لڑکے نے لڑکی کو دین

میں ڈھال لیا تو یہ استثنائی واقعہ ہے، کلیہ ہرگز نہیں ۔ اسلام بیوی کے انتخاب میں ہی دین کو ترجیح دینے کی تاکید اسی لیے کرتا ہے۔ کہ جہاں میاں بیوی ہم خیال نہ ہوں وہاں بچے کی شخصیت بھی بکھر جاتی ہے اور عام طور پر بچے ماں یا باپ میں سے جو دین سے دور ہوتا ہے اسی کی ہم نوائی کرتے ہیں کیونکہ انہیں دنیاوی لذائذ اور دین کی پابندیوں سے آزاد زندگی ہی میں کشش محسوس ہوتی ہے۔

خوب بچے پیدا کرنے والی :

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامۃ ۔

"خوب محبت کرنے والی اور خوب بچے پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرو آخرت میں میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔" (سنن سعید بن منصور، باب الترغیب فی النکاح، ۴۹۰۔ مسند احمد ۳/ ۱۵۸۔ ۲۴۰۔ ابن حبان، ۴۰۲۸۔ بیہقی ۷/ ۸۱)

خوب بچے پیدا کرنے والی عورت کون ہوگی؟ اس کی پہچان کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس عورت کی رحمی رشتہ دار شادی شدہ خواتین کی اولاد خود یہ واضح کردے گی ۔ اگر کسی عورت کی ماں، بہن، نانی، ماموں زاد، خالہ زاد وغیرہ کی اولاد کثرت سے ہے تو موروثی اثرات کی وجہ سے اس عورت کے ہاں بھی اولاد زیادہ ہونے کے امکانات ہوتے ہیں گو کسی نقص کی وجہ سے یا اللہ کی طرف سے نتیجہ اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔

نیز آپ کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ علیکم والابکار فانھن اعذاب افواھا وانتق ارحاما وارضی بالیسیر۔(صحیح سنن ابنِ ماجہ للالبانی ۱۵۰۸۔سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج للابکار ۷/۸۱)

"کنواری عورتوں سے نکاح کیا کرو کیونکہ وہ شیریں گفتار ہوتی ہیں، زیادہ بچے جنتی ہیں اور تھوڑی چیز پر بھی راضی ہو جاتی ہیں۔"

کنواری عورت کیونکہ چھوٹی عمر کی ہوتی ہے لہٰذا اس میں بچے پیدا ہونے کی صلاحیت بڑی عمر کی عورت کی نسبت زیادہ ہوتی ہے نیز اس کی بچے پیدا ہونے کی صلاحیت بڑی عمر کی عورت کی نسبت زیادہ دیر کے عرصے پر محیط ہوتی ہے۔مثلاً اگر سولہ سالہ بچی کا نکاح کر دیا جائے تو وہ کم از کم طبی لحاظ سے ۲۵ سال تک اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور رہتی ہے۔جب کہ ۲۵ سال کی عمر میں شادی کی جانے والی عورت کو اس کے مقابلے میں صرف ۱۵ سال کا عرصہ ملتا ہے۔

بچے والدین کی وفات کے بعد ان کے لیے صدقہ جاریہ ہوتے ہیں لہٰذا جتنے زیادہ بچے ہوں گے، اتنے زیادہ صدقاتِ جاریہ کا ثواب موت کے بعد بھی انسان کو ملتا رہے گا۔رسول اللہ نے فرمایا:

اذامات الانسانُ اِنقطع عنه عمله اِلّا من ثلاثة اشياءٍ،صدقةٌ جارِيةٌ او عِلم ينتفع به او ولدٌ صالحٌ يدعو له

(صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ ۱۴/۱۶۳۱۔ الادب المفرد۔ باب بر بوالدین بعد موتھا، ۳۸۔ مسند ابی یعلی ۶۴۵۶۔ مسند احمد ۲/۳۷۲۔ ترمذی، کتاب الاحکام، باب فی الوقف، ۱۳۸۱۔ ابوداؤد، کتاب الوصایا۔ مشکل الآ ثار ۱/ ۹۵۔ بیہقی ۶/ ۲۷۸)

''جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا فائدہ اسے ملتا رہتا ہے، صدقہ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے، نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔''

لہٰذا ایک مسلمان کی کوشش ہونا چاہئے کہ وہ زیادہ بچے پیدا کرے اور ان کی تربیت کی ذمہ داری بھی اسلامی تعلیمات کی راہنمائی میں ہر ممکن پوری کرے۔

اسلاف کا طریق انتخاب:

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ ہمارے اسلاف بہو یا بیوی کا انتخاب کرتے وقت کن صفات کو ملحوظ رکھتے تھے۔

ابراهیم علیہ السلام کی بہو:

جب ابراہیم علیہ السّلام ننھے اسماعیل علیہ السّلام اور ان کی والدہ کو وادی غیر ذرع (بے آب و گیاہ وادی) مکہ میں اللہ کے حکم سے چھوڑ آئے تو آپ ہر سال ان کی خبر گیری کے لیے تشریف لے جاتے۔ وہیں ذبحِ اسماعیل کا واقعہ پیش آیا، تعمیرِ کعبہ بھی ہوئی، پھر ہاجرہ وفات پا گئیں تو اسماعیل علیہ السلام نے بنو جرہم کی ایک عورت سے نکاح کرلیا۔ ابراہیم علیہ السلام حسبِ معمول ملنے آئے تو اسماعیل

علیہ السلام گھر پر نہیں تھے۔آپؑ نے ان کی بیوی سے پوچھا! کہاں گئے ہیں؟ بیوی نے جواب دیا''شکار کرنے''۔آپؑ نے دریافت کیا''تم لوگوں کی گزر بسر کیسی ہے''؟ بیوی نے مالی کمزوری کا اظہار کیا۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا جب اسماعیل علیہ السلام آئیں تو ان کو میرا سلام دینا اور کہنا کہ وہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لیں''۔اسماعیل علیہ السلام گھر آئے، بیوی سے یہ پیغام سنا تو کہا یہ میرے والد تھے اور گھر کی چوکھٹ بدلنے سے مراد یہ ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں لہٰذا تم میری طرف سے آزاد ہو۔پھر آپ نے ایک اور عورت سے نکاح کرلیا۔ابراہیم علیہ لاسلام دوسرے سال آئے تو پھر اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے۔ان کی بیوی نے اپنی فراست سے ہی اندازہ لگالیا کہ یہ میرے شوہر کے والد ہیں۔ان کی خدمت و تواضع کی اور ادب و احترام بجالائی۔ابراہیم علیہ السلام نے ان محترمہ سے پوچھا ''تمہاری گزر بسر کیسی ہے''؟ انہوں نے کہا''ہمارا کھانا گوشت اور پینا ٹھنڈا پانی ہے''۔

یہ جملہ اہلِ عرب اپنی مالی خوشحالی ظاہر کرنے کے لیے بولتے ہیں۔ابراہیم علیہ السلام جانے لگے تو فرمایا''اسماعیل آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور پیغام دینا کہ تمہاری چوکھٹ بہت اچھی ہے اس کی حفاظت کرنا''۔اسماعیل علیہ السلام آئے اور والد کا پیغام سن کر کہا''یہ میرے والد تھے انہوں نے مجھے تاکید کی ہے کہ تمہاری بیوی بہت اچھی ہے لہٰذا اس کی قدر کرنا''۔(صحیح بخاری، کتاب الرؤیا، کتاب الانبیا)

معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے نہ تو بہو کی شکل پر اعتراض کیا، نہ حسب و نسب پوچھا، نہ جہیز کی فہرست دیکھی، نہ عمر دیکھی بلکہ ایک ایسا سوال کیا جس سے اس کی طبیعت کی قناعت اور شوہر کی عزت و ناموس کی حفاظت دونوں کا اندازہ ہو گیا۔ صالحہ بہو کے جواب سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنے والی تھی اور اسے اس بات کا پاس تھا کہ اس نے کسی کے سامنے شوہر کی کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے شوہر کی غربت کا شائبہ ہو یا یہ پتا چلے کہ بیوی اس کے یہاں خوش نہیں ہے...... ابراہیم علیہ السلام نے دونوں فیصلے نکاح کے بعد کیے جو والدین خود بہو تلاش کرتے ہیں انہیں قبل از نکاح ہی بہو کی عادات کا پتا چلا لینا چاہیے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی بہو:

عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں رات کو گشت لگایا کرتے تاکہ اپنی رعایا کے حالات سے باخبر رہیں۔ ایک رات انہیں ایک گھر سے ماں بیٹی کی گفتگو سنائی دی جو دودھ بیچنے کا کام کرتی تھیں۔ ماں کا کہنا تھا کہ دودھ میں پانی ملا لیں۔ بیٹی کہہ رہی تھی کہ خلیفہ وقت نے منع کر رکھا ہے۔ ماں کہہ رہی تھی کہ ''خلیفہ کون سا دیکھ رہا ہے''۔ بیٹی نے کہا ''اللہ تو موجود ہے وہ دیکھ رہا ہے''۔ عمر رضی اللہ عنہ نے صبح ہوئی تو ان ماں بیٹی کو پاس بلایا، ان کی جو گفتگو سنی تھی انہیں بتا دی اور ماں سے درخواست کی کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ انہیں دے دے۔ ماں نے منظور کر لیا۔ عمر رضی

اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے سامنے یہ معاملہ رکھا تو ان کے بیٹے عاصم نے کہا ''میں اس لڑکی سے نکاح کروں گا''۔ یوں نکاح ہوا۔ اسی بیوی سے عاصم بن عمرؓ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی اور اس بیٹی سے عمر بن عبدالعزیزؒ کی پیدائش ہوئی۔

سبحان اللہ! کتنا آسان رشتہ تھا اور کتنا آسان نکاح۔ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے تمام بیٹے شادی شدہ تھے۔ اس کے باوجود ہمارے اسلاف کسی نیک، باایمان عورت کو اپنی اولاد کی ماں بنانے میں حد درجہ حریص تھے۔ آج چونکہ ہمارا انتخاب دولت، حسن، جوانی، اعلیٰ خاندان، سمارٹ اور ماڈرن لڑکی ہوتا ہے اس لیے ان کی کوکھ سے ایسی نسل جنم لیتی ہے جو فلمی کرداروں کی تقلید پسند کرتی ہے۔

اگر بہو باایمان، بااخلاق، صاحبِ شرم وحیاء اور قناعت پسند ہو تو آنے والی نسل ورثے میں اپنی ماں سے یہی صفاتِ عالیہ حاصل کرے گی۔ رشتہ ڈھونڈتے وقت عورت کا حال معلوم کیا جائے کہ اس کا ایمان، اخلاق اور سمجھ داری کیسی ہے تو یہ بہتر صورت ہے البتہ شکل صورت، مالداری وغیرہ بے معنی چیزیں ہیں بشرطیکہ دین واخلاق اور اطاعت شعاری کی خُو عورت میں موجود ہو۔

داماد کن اوصاف کا حامل ہو؟

آیئے اب دیکھیں کہ داماد کے انتخاب میں کن چیزوں کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

صاحب ایمان:

جس طرح بہو یا بیوی کی تلاش میں ایمان شرطِ اول ہے اسی طرح داماد کی تلاش میں بھی ایمان ہی بنیادی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کے سرپرستوں سے خطاب فرمایا:

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ۔ (البقرہ: ۲۲۱)

''مومن عورتوں کو مشرک مردوں کی زوجیت میں نہ دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، مشرک مرد سے خواہ وہ تمہیں کیا ہی بھلا لگے مومن غلام زیادہ بہتر ہے۔''

یاد رکھیں کہ کسی کافر..... مشرک ...... غیر مسلم ...... اہلِ کتاب یہودی یا عیسائی سے مسلمان عورت کا نکاح کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ اگر مسلمان عورت کے لیے منتخب کیے گئے شوہر میں ایمان نہیں تو باقی تمام چیزیں بے کار اور ناقابلِ قبول ہیں۔

دین اور اخلاق میں بھتر:

رسول اللہ ﷺ ہے:

''جب تمہیں کوئی نکاح کا پیغام دے اور اس کا دین اور اخلاق اچھا ہو تو اپنی بہن یا بیٹی کا اس سے نکاح کر دو ورنہ بڑا فساد ہوگا'' عرض کیا گیا اگر اس میں کچھ جسمانی نقائص ہوں تو بھی۔ آپ نے فرمایا! ہاں تو بھی۔ پھر آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی کہ جب کوئی ایسا شخص رشتہ طلب کرے، جس کا دین اور اخلاق تمہیں اچھا لگے اس سے نکاح کر دیا کرو''۔ (سنن ترمذی عن ابو حاتم، حدیث حسن)

اس فرمان نبوی میں صرف دین کا ہی ذکر نہیں بلکہ ساتھ اخلاق کا بھی ذکر ہے ، جس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ اسلام کی عائد کردہ حدود اور حلال وحرام کے تو پابند ہوتے ہیں لیکن عادات پسندیدہ نہیں ہوتیں، مثلاً خوش دلی سے خرچ نہ کرنا، جلد غصے میں آجانا، موقع محل نہ دیکھنا، درشت خوئی، عورتوں کے حقوق ادا کرنے میں تساہل برتنا، وغیرہ۔

خود رسول اللہ ﷺ بھی بیٹیوں کا رشتہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھتے چنانچہ آپ کے داماد ابوالعاص، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم بہترین اخلاق کے حامل تھے۔ آپ کی بیٹی رقیہ وفات پا گئیں تو آپ نے اپنی دوسری بیٹی عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دے دی جوان کے اپنی بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کی شاہد ہے۔ جب یہ بھی وفات پا گئیں تو فرمایا'' واللہ اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی

عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہ خود اپنا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی۔ عدت کے بعد ابوجہم اور رمعاویہ نے مجھے پیغام دیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دونوں کا ذکر کیا۔ آپ ؐ نے فرمایا "معاویہ تو انتہائی غریب آدمی ہے، رہے ابوجہم تو ان کی چھڑی ان کے کندھے سے نہیں اترتی"۔ یعنی بیویوں کو مارنے کی عادت ہے۔ آپ کا ارشاد سن کر میں نے انکار کر دیا۔ پھر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا پیغام آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے سے نکاح کرلیا اللہ نے اپنے فضل سے اسامہؓ کے یہاں خیر و برکت عطا کی۔ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خیرکم خیرکم لاھله وانا خیرکم لاھلی۔

"تم میں سب سے اچھا وہ ہے کو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں"۔

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی ۳۸۹۵)

کسی کے بیوی کے ساتھ اچھا پیش آنے کا پتا چلانے کے لیے اس کے عمومی اخلاق کو سامنے رکھا جائے، نیز پتا چلایا جائے کہ اس کے باپ بھائی وغیرہ اپنی بیویوں کے ساتھ کیسے پیش آتے ہیں کیونکہ اہل خاندان کی عادات کا اثر ان کے

بچوں پر بھی ہوتا ہے۔

قویّ و امین:

قرآن حکیم میں ذکر ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام قبطی کا قتل ہو جانے کے بعد فرعون کی پکڑ کے خوف سے مصر سے مدین بھاگے وہاں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر آپ نے دعا کی:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ (القصص: ۲۴)

"پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل کرے"۔

قریب ہی ایک کنواں تھا۔ وہاں مردوں سے دور ہٹ کر دو لڑکیاں اپنی بکریاں روکے کھڑی تھیں۔ آپؑ نے ان سے اس کا سبب پوچھا اور پھر خود ان کی بکریوں کو کنواں چلا کر پانی پلایا۔ وہ گھر پہنچیں تو اپنے باپ کو پورا واقعہ سنایا۔ باپ نے کہا جاؤ۔ اس مسافر کو بُلا لاؤ تا کہ اس کا صلہ اسے دیا جائے۔ ایک لڑکی حیا کے ساتھ چلتی ہوئی انہیں بُلا لائی۔ موسیٰ آئے اپنا پورا واقعہ بیان کیا۔ ایک لڑکی نے اپنے والد سے کہا:

"یٰاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ۔

(القصص: ۲۶)

"ابا جان! اس کو اپنا ملازم رکھ لیجیے، کیونکہ بہتر ملازم جو آپ رکھیں وہ ہے جو توانا اور امانت دار ہو"۔

شیخ کبیر جو اپنی بیٹی کی دانائی سے بھی واقف تھے، فیصلہ کیا کہ وہ اپنی بیٹی کا اسی شخص کے ساتھ نکاح کر دیں گے اگر وہ آٹھ سال ملازمت کریں تو یہی ان کا مہر ہوگا جسے موسیٰ نے مان لیا۔

اس واقعے سے یہ پتا چلتا ہے کہ صالح اور باایمان شخص نے اپنی بیٹی کے لیے ایک بے گھر...... بے زر...... پردیسی...... خاندانی طور پر تنہا...... شخص کو صرف اس لیے اپنا داماد بنانے کا فیصلہ کر لیا کہ وہ قوی اور امین تھا۔ قوی کا مطلب ہے طاقت ور، یہ مردانہ وصف ہے۔ مردانگی ہی اس کو زنانہ عادات سے ممتاز کرتی ہے۔ قوی آدمی جفاکش، محنتی، پھرتیلا، برائی کے مقابلے میں نیکی کے غلبہ کے لیے اپنی قوت استعمال کرنے والا اور اپنے دین، آبرو اور خاندان کا بہترین محافظ ہوتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے ایک کمزور شخص کی حمایت میں ہی قبطی کو مارا تھا اور کمزور لڑکیوں کی مدد کے لیے ہی کنوئیں پر موجود مردوں سے مردانہ وار بات کر کے تنہا کنواں چلا کر ان باحیا لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ دور حاضر میں مرد صنف نازک کی طرح جفاکشی سے کوسوں دور ہیں۔ نرم و نازک، سمارٹ جسم، کریم اور پاؤڈر سے چمکائے ہوئے چہرہ اور ہاتھ، لڑکیوں کی طرح کٹائے ہوئے بال، نفیس، قیمتی، اجلے، کف لگے، استری کیے ہوئے کپڑے، غرض ان کی ہر چیز نزاکت کی آئینہ دار ہے۔ جب کہ ایک مسلمان ہمہ وقت مجاہد ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الاتسمعون؟ الاتسمعون؟ انّ البذاذة من الایمان، ان البذاذة

من الایمان۔

(سنن ابی داؤد، اوائل کتاب الترجل، ج:۴۱۶۱۔ ریاض الصالحین، ج اول، ح:۵۱۷ مطبوعہ دارالسلام)

''کیا تم سنتے نہیں؟ کیا تم سنتے نہیں؟ تکلفات اور عمدہ خوراک و پوشاک کو ترک کر دینا ایمان میں سے ہے۔ تکلفات اور عمدہ خوراک و پوشاک کو ترک کر دینا ایمان میں سے ہے۔''

آج ہم مسلمانوں کو بھی اس شیخ کبیر کی طرح طاقت ور مجاہد، اور جفاکش شخص تلاش کرنا چاہیے جو اپنے دین، اقدار اور خواتین کی عفت و عصمت کی حفاظت کر سکے۔

امین کا مطلب امانت دار ہوتا ہے۔ یہ لفظ وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ امانت انبیاء کی خاص صفت ہے۔ امین کسی کے راز، مال، عزت میں کبھی بھی خیانت نہیں کرتا۔ حرام امور اور اجنبی عورتوں سے نظر بچا کر اسے خیانت سے دور رکھتا ہے۔ شیخ کبیر کی بیٹی نے محسوس کیا تھا کہ اس شخص نے تمام واقعے کے دوران ان کے سراپے کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا اور جو شخص اپنی نگاہ پر قابو رکھتا ہے وہی حقیقت میں امین ہوتا ہے۔

محدث عبداللہ بن مبارکؒ کے والد ایک ترک آقا کے باغ میں ملازم تھے۔ ایک دن مالک نے کہا ''انار لاؤ'' آپ انار لائے، مالک نے چکھا تو وہ کھٹا تھا۔

مالک نے کڑک کر کہا "اتنی مدت ہو گئی ملازمت کرتے، ابھی تک یہ بھی سمجھ نہیں آئی کہ کھٹا انار کیسا ہوتا ہے"۔ جواب دیا "جی ہاں! آپ نے مجھے رکھوالی کے لیے رکھا ہے پھل کھانے کے لیے نہیں"۔ مالک بات سمجھ گیا اور ان کی اسی صفت کی بنا پر ان کو اپنا داماد بنالیا۔ یہی وہ مبارکؒ ہیں جن کے بطن سے عبداللہ جیسے محدث پیدا ہوئے۔

غور کیجیے! ترک آقا نے یہ نہیں سوچا کہ میں آقا ہوں اور یہ ملازم، یہ مالی طور پر کمزور ہے اور میں باغوں کا مالک، بلکہ ان کی صفت امانت کو پیشِ نظر رکھا۔

علم اور تقویٰ:

علم، ایمانِ خالص اور عملِ صالح کا بیج ہے اور ان دونوں کو ثمر بار بنانے کے لیے تقویٰ کی باڑ لگانا ضروری ہے۔ ہمارے اسلاف رشتہ کرتے وقت ان دو چیزوں کا خاص خیال رکھتے۔

سعید بن میبّب، مدینہ کے ایک مشہور تابعی کی بیٹی نہایت خوب صورت، تقویٰ اور علم والی تھی۔ اس کے لیے خلیفہ عبدالملک نے اپنے بیٹے کے لیے پیغام دیا تو آپ نے انکار کر دیا...... ان کی مجلس میں ایک صاحب ابو وداعہ آتے تھے، ایک بار چند دن وہ نہ آسکے، سعید بن میبّبؒ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ "میری بیوی فوت ہو گئی ہے لہٰذا بچوں میں مصروف رہا"۔ سعید بن میبّب نے پوچھا "کچھ نئی بیوی کا سوچا"؟ انہوں نے کہا "مجھ غریب کو کون رشتہ دے گا"۔ سعید بن

مسیتب نے وہیں اپنی بیٹی کا ان سے نکاح کر دیا۔ وہ گھر پہنچے، شام ہوئی، خشک روٹی سے روزہ افطار کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دیکھا تو سعید بن مسیتب تھے۔ ابو وداعہ حیران ہوئے۔ کیونکہ وہ سوائے مسجد کے کہیں نہیں جاتے تھے۔ سعید بن مسیتب نے سلام کیا اور کہا "میں نے سوچا تم رات تنہا کیوں گزارو، یہ تمہاری بیوی ہے۔" بیٹی کو دروازے کے اندر کیا اور خود واپس آ گئے۔ ابو وداعہ حیرانی اور مسرت میں بیوی کو اندر لے گئے، پھر اہلِ محلّہ کو بتایا۔ ان کی والدہ نے سنا تو وہ اسے اپنے گھر لے گئی۔ دلہن کو سنوارا، بیٹے کو مبارک باد دی۔ ابو وداعہ نے جب بیوی کو دیکھا تو وہ حسن کا پیکر، حیا کا مجسمہ، فرشتہ صفت علم وتہذیب کے زیور سے آراستہ تھی۔ (اسلامی معاشرہ، ص ۱۳۰ از محمد یوسف اصلاحی)

ایک آدمی نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ "میں اپنی بیٹی کا نکاح کس سے کروں؟ آپ نے کہا "جو اللہ سے ڈرنے والا شخص ہو کیوں کہ اگر وہ اس کو پسند کرے گا تو اس کی عزت کرے گا اور اگر ناپسند کرے گا تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔ (منہاج القاصدین اردو ترجمہ ص ۲۳۳ از امام ابن جوزی)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی مشورہ مانگے تو اسے دینی احکام کی روشنی میں ہی مشورہ دینا چاہیے۔ نیز ہم سب کا مشاہدہ ہے کہ جو مرد اللہ سے ڈرنے والے (متقی) ہوتے ہیں وہ اپنی بیویوں پر کسی قسم کا ظلم نہیں کرتے، اللہ کا خوف انہیں ایسا کرنے سے باز رکھتا ہے۔ جب کہ تقویٰ سے تہی مرد بیویوں کو نہ تو حدود اللہ کا پابند کرتے

ہیں نہ ہی پیار اور محبت کے ساتھ ان سے سلوک کرتے ہیں بلکہ جب بس چلے ان پر ظلم وتشدّد کرتے ہیں۔

کفو برابری:

یہ ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے برابر کا جوڑ۔ اکثر لوگ اس سے اپنی برادری مراد لیتے ہیں اور کسی غیر برادری میں نکاح کرنا اچھا نہیں سمجھتے، حالانکہ اسلام نے یہ پابندی عائد نہیں کی بلکہ خود رسول اللہ ﷺ نے غیر برادریوں میں نکاح کیے۔

☆ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح زید بن حارثہ (غلام) سے ہوا۔

☆ ہالہ بنت عوفؓ، عبدالرحمٰن بن عوف کی بہن جو قریشیہ تھیں کا نکاح بلال حبشی (غلام) سے ہوا۔ (بحوالہ سُبل السلام)

☆ فاطمہ بنتِ قیس فہریہ قریشیہ کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے مشورے سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ہوا جو ایک غلام زید بن حارثہ کے بیٹے تھے۔ (بلوغ المرام)

☆ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ عظیم بدری صحابی نے اپنے آزاد کردہ غلام سالم رضی اللہ عنہ سے اپنی بھتیجی کا نکاح کیا۔ (بخاری، بروایت عائشہؓ)

خود رسول اللہ ﷺ نے کئی خاندانوں میں نکاح کیے۔ چنانچہ

☆ اپنی برادری قریش میں سے خدیجہ....... عائشہ.... زینب....... میمونہ...... اُم حبیبہ...... سودہ..... زینب بنت خزیمہ....... اُم سلمہ....... رضی اللہ عنھن سے

نکاح کیا۔

☆ یہودی خاندان میں صفیہ رضی اللہ عنہا سے۔

☆ عیسائی خاندان میں جویریہ رضی اللہ عنہا اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے۔

نیز آپ نے کنواری، بیوہ، مطلقہ اور لونڈی ہر طرح کی عورت سے نکاح کیا۔
برادری نکاح کے کفو کے لیے نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ نسب کی حفاظت کی جائے، تعارف آسان ہو، رشتہ داری کے حقوق ادا کیے جائیں، وراثت کے احکام پر عمل کیا جائے۔

اسلام میں کفو صرف دین ہے۔ چنانچہ امام مالک، امام شافعی، امام ابن حجر اور دیگر علماء اس بات پر متفق ہیں۔ عبداللہ ابن باز کا فتویٰ ہے:۔ دین داری سے زیادہ قریبی کوئی رشتہ نہیں اور تقویٰ کے سوا کوئی عزو شرف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔(الحجرات : ۳)

"بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے"۔

اگر تقویٰ کا معیار ملحوظ رکھا جائے تو جو افراد متقی نہیں وہ نکاح سے محروم رہ جائیں گے۔ نیز جب معیار تقویٰ ہوگا تو نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنی اصلاح اور تزکیہ کی کوشش کریں گے۔ اس طرح معاشرے میں تقویٰ کی مسابقت شروع ہو جائے گی اور سٹیٹس کی دوڑ مات کھا جائے گی۔

رشتے کرتے وقت کفو صرف دین ہے لیکن آج کل اس سے اکثر لوگ

status مراد لیتے ہیں حالانکہ اسلام میں نکاح کے لیے دولت اور منصب کو کفو نہیں مانا گیا۔ گزشتہ مثالوں ہی سے یہ بات واضح ہو رہی ہے، غور کیجئے جب مدین کے شیخ کبیر نے موسیٰ علیہ السلام سے بیٹی کا نکاح کیا تو کیا دونوں کا status ایک تھا؟ بلکہ موسیٰ علیہ السلام ننگے پاؤں، غریب الوطن، اجنبی اور تباہ حال شخص تھے اور مدین کے شیخ کبیر ایسے کھاتے پیتے تھے کہ انہوں نے انھی موسیٰ کو اپنی بکریاں چرانے پر ملازم رکھ لیا۔

موسیٰ علیہ السلام کے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی کہ مہر ادا کر دیتے، مہر کے لیے بھی انہیں شیخ کبیر کی ہی ملازمت کرنا پڑی۔

سعید بن مسیب نے ابو وداعہ سے بیٹی کا نکاح کیا تو کیا دونوں کا stats ہم پلہ تھا؟

کیا عبداللہ بن مبارک اور ان کے باغ کے مالک کا status برابر تھا؟

کیا رسول اللہ اور خدیجہ کا جب نکاح ہوا تو دونوں مال کے لحاظ سے ہم پلہ تھے؟

حقیقت یہی ہے کہ اسلام میں مالی کفو یا status کا کفو قطعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتا، دورِ حاضر میں ہمارے معاشرے نے از خود اسے اپنے اوپر ایک فرض کے طور پر مسلط کر رکھا ہے۔ نتیجہ یہ کہ رشتے طے ہونے میں جو رکاوٹیں موجود ہیں ان میں ایک status میں ہم پلہ ہونا بھی شامل ہو چکا ہے۔

اسلامی شرائط کے مطابق رشتہ طے کرنے کے فوائد:

اگر ہم نے اسلام کی عطا کردہ ہدایات کے مطابق اپنے بیٹے یا بیٹی کے لیے رشتے کی تلاش کی تو اس میں ایک نہیں بیسیوں فوائد حاصل ہوں گے یہاں ان سب کا احاطہ تو ممکن نہیں چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نصف دین کی حفاظت:

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نیک بیوی عطا کرے گویا اللہ نے اس کی آدھے دین میں مدد کردی، اسے چاہیے کہ باقی آدھے دین کے معاملے میں اللہ سے ڈرے۔'' (المعجم الوسیط ۳/۱۶۱۔ حاکم ۲/۱۶۱۔ شیخ البانی نے شواہد کی بناء پر اسے حسن کہا ہے۔ دیکھیے السلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ رقم الحدیث ۲/۲۰۰۔ از ھدیۃ العروس)

یعنی انسان پر نکاح نہ کرنے کی صورت میں شیطان اس کے دین وایمان پر جو حملے کرتا ہے، نکاح سے ان کو تحفظ مل جاتا ہے نیز دین کے نصف فوائد ومصالح حاصل ہوجاتے ہیں۔

عفت قلب و نظر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یامعشر الشباب من الستطاع منکم البائة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه باالصوم فانه له وجاء۔

”اے نوجوانو! جوتم میں سے نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نگاہ کو اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے بچاتا اور شرمگاہوں کی حفاظت کا باعث ہے۔اور جو نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے، روزے ضبطِ خواہش کا سبب بنیں گے۔“

(بخاری، کتاب النکاح ۵۰۶۵۔ مسلم ۱۴۰۰۔ ابوداؤد، ۲۰۴۶۔ ابن ماجہ، ۱۸۴۵)

قرآن حکیم میں اجنبی مرد کا عورت کو دیکھنا اور عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ فرمان ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ۔(النور: ۳۰، ۳۱)

”آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں (نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے) پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزگی

ہے یہ لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے باخبر ہے اور مسلمان عورتوں سے بھی کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں (نامحرم مردوں کو دیکھنے سے) نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیب وزینت ظاہر نہ کرتی پھریں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت میں فرمایا:

لاتتبع النظرة النظرة فان لك الاولیٰ ولیست لك الآخرة۔ (سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی نظر الفجاءۃ)

''پہلی نظر کے بعد دوسری نظر مت ڈال پہلی نظر تیرے لیے ہے یعنی اچانک نظر پڑ جانا معاف ہے) اور دوسری نظر تیرے لیے نہیں (یعنی اس پر مواخذہ ہوگا۔'')

جوانی کے ساتھ ہی صنف مخالف کی طرف میلان نفس میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے حفاظتِ نگاہ کا طریقہ نکاح بتایا گیا۔ دور حاضر میں ٹی وی، وی سی آر، کیبل، ڈش فحش تصویریں اور مخربِ اخلاق لٹریچر گھر گھر پہنچ چکا ہے جو بچوں کو ان باتوں سے واقف کر دیتا ہے جو بلوغ کے بعد بھی علم میں نہیں آنا چاہییں..... بلوغ کے بعد اگر علم میں آجائیں تو ان کا جائز محل نکاح موجود ہو اور معاشرہ بے راہ روی سے بچا رہے۔

دور حاضر میں صنفِ مخالف کو کوئی نظر جما کر نہ بھی دیکھے تو ٹی وی، اخبارات اور

کیبل سے درآمد فحش تصویروں اور اجنبی مرد اور عورتوں کی تصاویر دیکھنے سے بچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی وہ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے بلکہ لوگ اسے غلط نگاہی یا بدنگاہی سمجھتے ہی نہیں ۔ حالانکہ حقیقی انسان کو دیکھنے سے انسان میں جو جھجک ہوتی ہے وہ بھی متحرک یا عکسی تصاویر کو نظر جما کر دیکھنے میں حائل نہیں ہوتی لہٰذا ان تمام فتنوں سے بچنے کا واحد راستہ بروقت نکاح ہے۔

اللہ سے پاک صاف ہوکر ملنا :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا مفہوم ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ سے پاک صاف ہوکر ملے اس کو پاکدامن عورت سے نکاح کر لینا چاہیے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح)

جو شخص نکاح نہیں کرتا اس کی نظر، خیال، دل، دماغ کے گندگی میں مبتلا ہونے کا ننانوے فی صد امکان ہوتا ہے لیکن جیسے ہی وہ نکاح کر لیتا ہے ان سب خدشات اور امکانات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ گویا اس کے تمام ظاہری اور باطنی اعضاء پاک صاف ہو جاتے ہیں۔

سنتِ انبیاء پر عمل:

نکاح تمام انبیاء کی بنیادی مشترکہ سنت ہے، اس لیے وہ اپنی اہمیت اور افادیت میں ممتاز ہے اور ایک ایسی عبادت ہے جس سے تقرب الی اللہ کا حصول

سوفی صد یقینی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انبیا کی عظیم مقدس اور اللہ کی مقرب جماعتِ انبیا اس پر عمل پیرا نہ ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا کہ اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي نکاح میری سنت ہے..... ایک اور جگہ فرمایا:

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔

''جو میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں''۔ (صحیح بخاری۔ کتاب النکاح)

اللہ کی مدد کا وعدہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثلاثة حق على الله عونهم المجاهد فى سبيل الله والمكاتب الذى يريد الاداء والناكح الذى يريد العفاف۔

تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ کے ذمے ہے (۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی (۲) غلام کی جو بدلِ کتابت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (۳) جو حرام سے بچنے کے لیے نکاح کرنا چاہتا ہو۔

(حسن۔ ترمذی۔ کتاب فضائل الجہاد ۱۶۵۵۔ نسائی ۶/۶۱۔ احمد ۲/۲۵۱، ۴۳۷۔ حاکم ۲/۱۶۰۔ ابن ماجہ ۲۵۱۸)

معلوم ہوا کہ نکاح حرام سے بچنے کے لیے کرنا چاہیے اگر کوئی مرد یا عورت نکاح کرنے کے باوجود اپنی نظر اور شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ بے راہ روی کے اسفل درجے میں ہے۔ اسی لیے شادی شدہ زانی کی سزا کنوارے زانی کی سزا سے

زیادہ رکھی گئی ہے۔

مالی وسعت :

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان سے فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔(النور: ۳۲)

’’تم میں سے جو لوگ بغیر نکاح کے ہوں ان کے نکاح کر دیا کرو اور ان لونڈی غلاموں کے بھی جو صالح ہوں۔ اگر وہ محتاج ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے مال دار کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔‘‘

معلوم ہوا کہ اگر کوئی اللہ کے حکم پر عمل...... حرام سے بچنے کے لیے.... پاک دامن مومن مرد یا عورت (چاہے لونڈی یا غلام ہی کیوں نہ ہو) سے نکاح کرے گا تو اللہ اسے مالی وسعت ضرور عطا کرے گا۔ لہٰذا یہ مت سوچیں کہ شوہر بیوی کی ضروریات کہاں سے پوری کرے گا یاد رہے کہ اسلام گنی چنی ضروریات کو ہی ضروریات قرار دیتا ہے۔ ہماری من پسند اشیاء ہماری ضروریات ہرگز نہیں کہلا سکتیں۔ گنی چنی حقیقی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ میاں بیوی کو ضرور مالی وسعت عطا کرے گا۔ کیونکہ اس کا وعدہ ہے۔ صحابہ تو نکاح کو مالی وسعت کا علاج سمجھتے ہوئے افلاس کی حالت میں نکاح کرلیا کرتے تھے۔

دور حاضر میں نکاح کو اتنا مہنگا کر دیا گیا ہے کہ لاکھوں کی رقم اس پر اٹھ جاتی ہے۔ حالانکہ ان لاکھوں سے آرام سے میاں بیوی کے چار چار جوڑے، ضرورت کے چند برتن، بستر اور مختصر سامکان تیار کیا جاسکتا ہے۔ مہنگے نکاحوں کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ بیوی اور شوہر میں محبت ہے، نہ مال میں برکت، نہ بچوں میں لحاظ اور تمیز داری۔

سکون مودت اور رحمت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمِنْ اٰيَاتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۔(الروم: ٢١)

"اور یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان رحمت اور مودت پیدا کر دی۔"

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ فرمان میں نکاح کو سکون، مودت اور رحمت کا باعث بتایا گیا ہے۔ انسان چاہے کتنا تھکا ہارا ہو، اپنی بیوی کے پاس پہنچ کر اسے جسمانی اور روحانی سکون محسوس ہوتا ہے۔ بیوی کے ایک بار محبت بھری نظر دیکھنے سے اس کی

ساری تھکن دور ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مودت اور رحمت کا باعث بتایا۔ کل تک دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے اور نظر اُٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھنا بھی حرام تھا، ایجاب وقبول کے ذریعے ایسے ایک ہوئے کہ دل ایک دوسرے کی طرف کھنچے جا رہے ہیں۔ مصروفیات میں بھی بیوی کا دل مرد کی طرف اٹکا ہوا ہے اور مرد بھی جتنی دیر بیوی سے دور رہتا ہے بیوی ہی کی یاد سے بندھا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم ہے ''دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح سے زیادہ کوئی چیز محبت کرنے والی نہیں دیکھی گئی''۔ (سنن ابن ماجہ)

نکاح اللہ کی رحمت کا باعث ہے اور جسے اللہ کی رحمت مل جائے اسے اور کیا چاہیے۔

خِطبہ (نکاح کا پیغام دینا)

رشتہ طلب کرنے یا پیغام دینے کو عربی زبان میں خِطبہ کہتے ہیں ۔خِطبہ کا طریقہ ہر معاشرے اور ہر برادری میں مختلف رہا ہے۔اسلام کی اس سلسلے میں اہم اور اصولی تعلیم یہ ہے کہ کنواری لڑکی کو پیغام نکاح خود براہ راست سے نہ دیا جائے نہ واضح طور پر نہ اشارے کِنائے سے ۔کنواری کے نکاح کے تمام امور کا ذمہ دار اس کا ولی (سرپرست) ہے چاہے وہ باپ ہو دادا ہو، چچا، تایا یا بھائی اور نانا، ماموں وغیرہ۔اس کی پہلی دلیل تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ (البقرہ : ۲۲۱)

"مشرک مردوں کے ساتھ اپنی عورتوں کا نکاح نہ کیا کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں اور مشرک مرد سے مومن غلام بہتر ہے چاہے مشرک مرد تم کو بھلا ہی کیوں نہ لگے"۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاتنکح البکر حتی تستأذن ،قالو:یارسول الله،وکیف اذنها هی تستحی؟قال :ان سکتت:

اجازت لیے بغیر کسی لڑکی کا نکاح نہ کیا جائے"۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:"وہ تو شرم کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکے گی"۔آپؐ نے فرمایا"اس کا چپ رہنا ہی اجازت ہے"۔(صحیح بخاری، کتاب النکاح،ج،۲۰۹۳)

رسول اللہ ﷺ نے خود عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیغام ان کے والد کو بھجوایا، براہ راست پیغام نہیں دیا حالانکہ آپؐ کی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دوستی ،آمدورفت اور بے تکلفی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کے پیغام نکاح کو عثمان ،ابوالعاص اور علی رضی اللہ عنہم نے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔جب کنواری لڑکی کو پیغامِ نکاح دینا درست نہیں تو پھر یہ بھی درست نہیں کہ کنواری لڑکی کو کسی مرد کے اوصاف بتا کر اس کے دل کو اس کی طرف مائل کیا جائے ،اسے بہلایا یا پھسلایا جائے ،اسے کسی اجنبی مرد سے ملوایا جائے یا جہاں اس کے سرپرست اس کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں وہاں سے اس کا دل اُچاٹ کرنے کی کوشش کی جائے۔یہ تمام امور سفاح (بے حیائی) کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔جو کسی بھولی بھالی،کم فہم ،اپنے برے بھلے کے نتائج سے بے خبر لڑکی کو ورغلائے گا۔اس کے اولیاء کی رائے سے مخالفت کی راہ پرا سے ڈالے گا وہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔

کنواری لڑکی کے نکاح کے تمام امور اس کے ولی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ مثلاً کنواری لڑکی حیادار ہوتی ہے۔ حیا کے باعث وہ اپنے نکاح کی بات نہ کر سکتی ہے نہ سن سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ آپ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ حیا کنواری لڑکی کا خصوصی وصف ہے۔ اس وصف کی حفاظت کرنا لڑکی کا خود اپنا فرض بھی ہے۔ اس کے اولیاء کا ذمہ ہے کہ اسے کوئی ایسا کام کرنے کی اجازت نہ دیں جس سے اس کی حیا کا جذبہ مجروح ہونے کا خدشہ ہو۔ نہ ہی معاشرے کے کسی فرد کو کنواری لڑکی کے ساتھ ایسی بات، کوئی اشارہ کنایہ یا ایسی حرکت کرنا چاہیے جس سے اس کی حیا پامال ہونے کی راہ ہموار ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''کنواری کا چپ رہنا ہی اس کی اجازت ہے''۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ایک مسلمان کنواری لڑکی کا یہ وصف نہیں کہ وہ کسی سے اپنے نکاح کے بارے میں کھلے الفاظ میں بات سن کر ایسا کرنے پر ان کی مزید حوصلہ افزائی کرے۔ بلکہ اسے یا تو خاموشی اختیار کرنا چاہیے یا پھر کھل کر مخاطب کو خبردار کر دینا چاہیے کہ اسے اپنے بارے ایسا تذکرہ سننا ناپسند ہے تاکہ دوبارہ اس کے سامنے کوئی ایسی جرات نہ کر سکے۔

جب لڑکی دوسروں سے اپنے نکاح کا تذکرہ حیا کے باعث نہیں سن سکتی تو پھر وہ خود اس موضوع پر بات کیوں کرے گی؟ اگر کنواری لڑکی اپنے نکاح کی بات

سننے یا سنانے پر دلیر ہو جائے تو پھر یہ امکان بھی ہے کہ کوئی اور مرد اسے نکاح کرنے پر براہ راست آمادہ کرے گا، اسے بہلا پھُسلا کر ولی جہاں نکاح کرنا چاہتا ہے اسے وہاں سے متنفر کرنے کی کوشش کرے گا۔ لڑکیوں کے اغوا، گھر سے بھاگ جانے یا کورٹ میرج کر لینے کے واقعات میں یہ بھی ایک عامل موجود ہے۔ دور حاضر میں چونکہ لڑکیوں کے ازخود نکاح کر لینے کی وبا عام ہو چکی ہے، عدالت نے بھی اس کے حق میں قانون پاس کر دیا ہے۔ مختلف این جی اوز بھی اس کی حوصلہ افزائی اور پشت پناہی کر رہی ہیں۔ لڑکیوں کو والدین سے بغاوت پر اکسانے کا کام مختلف رسائل، اخبارات، ڈائجسٹ، فلمیں، کیبل، ٹی وی اور افسانہ نگار و شاعر حضرات بھی کر رہے ہیں۔ اس لیے شدت کے ساتھ معاشرے میں اسلامی شعور کی بیداری، حفظِ حیا ولی کی حیثیت اور اس کی حکمتیں اجاگر کرنے کی کوشش کریں۔

لڑکی کی اجازت:

نکاح ایک ایسا عمرانی، اخلاقی، معاشرتی اور شرعی معاہدہ ہے جس پر زوجین کی پوری زندگی کے سفر کا دارومدار ہے، دونوں کی ضروریات اور دکھ سکھ ایک دوسرے سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتنا خوب صورت اور جامع انداز میں اس تعلق کا اظہار فرمایا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔(البقرہ، ۱۸۷)

''وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو''۔

زندگی کے اس اہم فیصلے کے وقت لڑکے اور لڑکی کی مرضی معلوم نہ کرنا صریح ناانصافی ہے۔ مرد کیونکہ قوتِ فاعل ہے، قوام ہے، اپنی مرضی کے مطابق فیصلے کر سکتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں عورت کمزور اور فطری طور پر حیادار ہوتی ہے۔ وہ اپنی پسند کا اظہار کیسے کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے لڑکی کے اس حق کو تحفظ یوں فرمایا:

''اجازت لیے بغیر کسی عورت کی شادی نہ کی جائے، چاہے اس کی پہلی شادی ہو یا دوسری ہر حالت میں اس کی اجازت ضروری ہے''۔ (لڑکیوں کی نفسیات سے واقف ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا) فانھا تستحی ''کنواری تو شرم کی وجہ سے کچھ بول ہی نہ سکے''۔ فرمایا فذالك اذنھا اذا ھِیَ سکتَت ''اس کا چپ رہنا ہی اجازت ہے''۔ (صحیح بخاری، مسلم، کتاب النکاح)

چپ رہنے کو اجازت کے مترادف اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ اگر لڑکی پسند کرے گی تو کسی نہ کسی طریقے سے فی الفور یا بعد میں اظہار کر دے گی۔ لڑکی کی مرضی اتنی اہم ہے کہ ولی زبردستی کر دے تو لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ چنانچہ خنساء بنت خزام رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد نے ان کی اجازت کے بغیر کر دیا حالانکہ وہ ان کی دوسری شادی تھی۔ انہیں ناگوار گزرا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان کا نکاح کالعدم قرار دے دیا۔ (صحیح بخاری ح ۶۰۶۹)

ولی کا حق انتخاب:

ہر شخص کا مزاج مختلف اور پسند ناپسند میں فرق ہوتا ہے، اس لیے لڑکی کی پسند کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ والدین تجربہ کار، دور رس، عاقبت اندیش، اپنی اولاد کے سب سے زیادہ ہمدرد، خیر خواہ اور ان کے مربی ہوتے ہیں۔ وہ اپنی اولاد کے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب نہیں کرتے جو ناپسندیدہ کردار کا مالک ہو، لہٰذا لڑکی کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ولی کی اجازت اور سرپرستی میں ہی اپنا نکاح کرائے، اگر ولی رضامند نہ ہو تو لڑکی کا نکاح سرے سے ہوتا ہی نہیں یہ لڑکی کے نکاح کی بنیادی شرطوں میں سے ایک ہے۔ گویا ولی اور لڑکی کی باہم رضامندی سے نکاح طے پایا جاتا ہے۔ اگر کسی جگہ دونوں میں کوئی ایک راضی نہ ہو تو ایک دوسرے کی بات مان لے یا ایسی جگہ کا انتخاب کیا جائے جہاں دونوں رضامند ہوں۔

اجازت کیسے لی جائے؟

عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے نقل کیا گیا ہے کہ وہ خود پردے کے پیچھے بیٹھ جاتے اور لڑکی سے کہتے کہ فلاں شخص نے تمہارے بارے کہا ہے لہٰذا تمہاری کیا رائے ہے۔ (از فقہ عثمانؓ)

عثمان رضی اللہ عنہ خود انتہائی حیادار تھے اور لڑکیاں بھی تب حیا دار ہوتی تھیں۔ سامنے آکر بات کرنے سے ہوسکتا ہے حیا آڑے آتی۔ غالباً اسی لیے آپ

پردے میں بیٹھ کر بات کرتے تاکہ لڑکی کھل کر اپنی رائے کا اظہار کر سکے۔ دور حاضر میں پسند ناپسند کے پیمانے یکسر بدل چکے ہیں۔لڑکیاں کھل کر اس موضوع پر بات کرنے لگی ہیں، اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ خود یا کسی بے تکلف سہیلی کے ذریعے لڑکی کے بارے معلومات فراہم کریں۔خاندان، بہن بھائی، لڑکے کا اخلاق، دین،تقویٰ، رنگ، قد،شکل،تعلیم،تنخواہ، پیشہ اور دیگر تمام پہلو اس پر واضح کر دیں اور یہ سب پوری دیانت کے ساتھ ہونا چاہیے تاکہ لڑکی اپنے لیے کسی بہتر فیصلے پر پہنچ سکے۔

نابالغه کا نکاح:

لڑکی سے اجازت لینے کے حکم سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح درست نہیں، حالانکہ یہ درست ہے خود رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ نابالغ تھیں قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا۔(الطلاق: ٤)

’’تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو چکی ہوں، ان کے (عدت کے) معاملہ میں اگر تمہیں کوئی شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور یہی حکم ان کا ہے جنہیں ابھی حیض نہیں آتا،،

اس سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ نابالغہ بچی کا نکاح بھی کیا جاسکتا ہے۔ اکثر مفسرین نے اس پر بصراحت روشنی ڈالی ہے۔

(دیکھیے تفہیم القرآن مولانا مودودی۔ تیسیر القرآن مولٰنا عبدالرحمان کیلانی)

نیز آپؐ نے فرمایا کہ نابالغ لڑکی یا لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول اس کا ولی کرے گا۔ اگر ناپسند ہو تو لڑکی بالغ ہونے پر اس نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار رکھتی ہے۔ چنانچہ خنساء بنتِ خزام نے بالغ ہونے پر رسول اللہ سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے اسے فسخِ نکاح کا اختیار دیا۔ (دیکھیے صحیح بخاری، ح:٦٠٦٩)

کسی حقیقی ضرورت کے تحت ایسا کیا جاسکتا ہے لیکن چھوٹی عمر میں ولی کا اپنے ذاتی مفاد کے لیے نابالغ لڑکیوں کا کسی اخلاق اور دین سے عاری، تندخو، اُجڈ اور گناہوں پر دلیر آدمی سے نکاح کر دینا سراسر ظلم ہے اور اللہ کے ہاں ان کا فیصلہ قابل گرفت ہوگا۔

دور حاضر میں کم سنی کی شادی پر بہت سے اعتراضات کیے جا رہے ہیں اور نکاح کی عمر کا تعین کرنے کا اختیار ملکی قانون نے اپنے ہاتھ لے لیا ہے۔ جب کہ اسلام نکاح کی عمر کا تعین کرتا ہی نہیں، اس نے اس کو انسان کے اپنے ذاتی حالات اور سمجھ پر چھوڑ دیا ہے۔ کم سنی کی شادی کا جواز ہے حکم نہیں، حکم بلوغت کے ساتھ شادی کرنے کا ہے۔ المیہ تو یہ ہے کہ کم سنی کی شادی پر اعتراض کرنے والے کم سنی میں ماں بن جانے کی جو گندی روش نکل چلی ہے اس پر نہ معترض ہوتے ہیں نہ ہی

اس کی روک تھام کے لیے کوئی قانون بناتے ہیں۔ مغرب میں اس وقت لڑکیاں کم سنی میں ہی جنسی جرائم اور جنسی بدعادات میں گرفتار ہو چکی ہیں، کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ کم سن بچی کا نکاح کر دیا جائے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جدید سوچ رکھنے والوں نے مرد و عورت کے لیے ہر عمر اور ہر حالت میں نکاح کو قانون اور رواج اور غیر مخلصانہ مشورے دے دے کر مشکل اور مسدود کر دیا ہے اور زنا کو اتنا عام کر دیا ہے کہ اس کے لیے ذرائع اور اسباب چار چار سال کے بچوں کے لیے بھی آسان ہیں طرّہ یہ کہ لوگ اسے گناہ کہنے اور سمجھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

کم سنی کے نکاح کی اجازت کی چند وجوہات ہیں:

☆ ہو سکتا ہے والدین مستقل بیمار ہوں اور وہ اپنی زندگی میں اس بچے کے فریضہ نکاح سے سبک دوش ہونا چاہتے ہوں۔

☆ بچی یتیم ہو، اس کا کوئی چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ وغیرہ اس کی ہمدردی، خیر خواہی اور شفقت کے پیش نظر اسے اپنا داماد یا بہو بنا کر تحفظ فراہم کرنا چاہتا ہو۔

☆ کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے دوستی یا تعلقات کو نکاح کے ذریعے قرابت میں تبدیل کرنے کا خواہش مند ہو۔ ایسا کرنے کے لیے اس کا کوئی کم سن بچہ یا بچی ہی ہو جیسا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کی کم سن بیٹی ام کلثوم سے نکاح صرف اس لیے کیا کہ وہ اس عظیم گھرانے سے اپنا تعلقِ قرابت قائم کرنا چا

تھے۔

☆ ایک شخص غریب الدیار یعنی پردیسی ہو اس کا کوئی رشتہ دار، برادری وغیرہ نہ ہو اور وہ نکاح کے ذریعے رشتہ داری قائم کرنا چاہتا ہو اور اس مقصد کے لیے کوئی کم سن بچہ یا بچی ہی ہو۔

کہا جا رہا ہے کہ کم سنی کی شادی بچے پر ظلم ہے لیکن جو والدین مشقت جھیل کر بچے کو پیدا کرتے اور اس کی پرورش کرتے ہیں، وہ ان کے خون اور جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے اس سے محبت اور شفقت کرتے ہیں، وہ اپنی اولاد کے حق میں بہتر فیصلہ ہی کرتے ہیں۔ اگر کوئی والدین خود غرضی یا ظلم کے تحت ایسا کرتے ہیں تو یہ واقعی ظلم ہے اسے روکنا اہلِ قرابت اور حکومتِ وقت کا فرض ہے۔

مطلقہ یا بیوہ کا پیغامِ نکاح:

اگر عورت مطلقہ یا بیوہ ہو اور اس کا ایک نکاح پہلے ہو چکا ہو تو اس صورت میں اسے براہ راست پیغام دیا جا سکتا ہے اس کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے:۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ۔ (البقرۃ: ۲۳)

''اگر تم کنائے (بائنہ) سے عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجو یا (نکاح کی خواہش) اپنے دل میں مخفی رکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں، اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان سے نکاح کا ذکر کرو گے مگر (ایامِ عدت میں) اس کے سوا کہ دستور کے مطابق کوئی بات کہہ دو پوشیدہ طور پر ان سے قول و قرار نہ کرنا اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرنا اور جان رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا ہے''۔

معلوم ہوا کہ ایام عدت میں صرف اشارۃً بات کی جاسکتی ہے کھل کر نکاح کی بات کرنا، یا نکاح کا پختہ وعدہ کر لینا درست نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بیوہ عورت کو بھی حق سیا ہے کہ وہ اپنے ولی کی مرضی کی پابند نہیں بلکہ ولی اس کی مرضی کا پابند ہے۔ فرمایا نکاح کا پختہ وعدہ کرنا درست نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بیوہ عورت کو یہ بھی حق دیا ہے کہ ہو اپنے ولی کی پابند نہیں۔ فرمایا:

التیّنب احقّ بنفسهامن وليها۔

''بیوہ عورت اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حق دار ہے''۔

(صحیح مسلم۔ کتاب النکاح باب استیذان الثیب ......رقم ۹۸۴)

اللہ تعالیٰ نے بھی بیوہ یا مطلقہ عورت کے اس حق کی حفاظت میں فرمایا:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (البقرۃ : ۲۳۲)

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو ان کو دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکو''۔

مطلقہ عورت کو اپنی مرضی کے شوہر کے انتخاب کا حق حاصل ہے، مرد اسے براہ راست پیغام دے سکتا ہے، اس سے نکاح کی شرائط وغیرہ طے کر سکتا ہے لیکن ولی کے بغیر مطلقہ یا بیوہ عورت نکاح نہیں کر سکتی، مرد ولی کا اپنی سرپرستی میں اس کا نکاح کرنا لازمی شرط ہے اگر ولی کے بغیر نکاح کیا تو سرے سے نکاح ہی نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل فنکاحها باطل فنکاحها باطل ۔

(ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الولی ۲۰۸۳۔ ترمذی، ۱۱۰۲۔ ابنِ ماجہ، ۱۸۷۹)

''جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا وہ نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے''۔ (بخاری و مسلم)

مرد کو پیغامِ نکاح دینا:

مرد کو پیغامِ نکاح دینے کے لیے اس کے ولی کو پیغامِ نکاح دینا ضروری نہیں بلکہ براہ راست اس کو پیغام دیا جا سکتا ہے۔ جوان مرد اپنے نکاح کے تمام معاملات میں بااختیار ہے۔ البتہ موجودہ معاشرتی آداب کے مطابق اگر کنوارے لڑکے کا

پیغام اس کے کسی دوسرے قریبی عزیز کی وساطت سے اس تک پیش کیا جائے تو یہ درست ہے۔

لڑکی کوایک نظر دیکھنے کی اجازت:

رسول اللہ ﷺ نے مرد کو یہ اجازت دی ہے کہ اگر لڑکی کو دیکھنا چاہتا ہے تو ایک نظر دیکھ لے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے عرض کیا ''میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کا ارادہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا'' کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا ''نہیں''۔ آپؐ نے فرمایا:

فاذهب فانظر فان فى اعين لانصار شيئًا:

جاؤ پہلے اسے ایک نظر دیکھ لو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔

(کتاب النکاح، صحیح مسلم باب ندب من اراد نکاح امرأة إلىٰ ان ینظر ......)

شرح مسلم میں اس حدیث کے تحت امام نووی لکھتے ہیں'' یہ کام رشتہ طے ہونے سے پہلے ہونا چاہئے اور صرف چہرہ یا ہاتھ دیکھنے کی اجازت ہے۔ بات چیت کرنے اور تنہائی اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔ یہاں تک کہ لڑکی کو یہ علم بھی نہیں ہونا چاہئے کہ کوئی اسے بغرض نکاح دیکھ رہا ہے۔''

دور حاضر میں لڑکی کو دیکھنے کے لیے لڑکے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ وہ لڑکی کو دیکھ کر......اس کے پاس بیٹھ کر......اس سے بات چیت کر کے......بعض اوقات تنہائی میں مل کر......پھر انکار کر دیتے ہیں۔ جہاں

پہلے روز والدین رشتہ دیکھنے جاتے ہیں لڑکا بھی ساتھ چل پڑتا ہے، اس طرح ایک نہیں بیسیوں لڑکیاں دیکھی جاتی ہیں۔ دراصل دیکھنے کی اجازت اس وقت ہے جب فریقین دوسرے امور پر ایک دوسرے کے بارے میں اطمینان حاصل کر چکے ہوں۔ لڑکے کو لڑکی کا رنگ، قد، شکل، تعلیم، مزاج، عادات وغیرہ بتا دی گئی ہوں۔ لڑکا ان سب چیزوں پر مطمئن ہو لیکن مزید اطمینان کے لیے دیکھنا چاہتا ہو تو وہ اس طریقے سے دیکھے کہ لڑکی کو کچھ پتا نہ چلے۔ ایک صحابی کئی روز تک دیکھنے کے لیے لڑکی کے باغ کے پاس جاتے رہے بالآخر انہوں نے درختوں کی اوٹ میں سے دیکھ لیا اور نکاح کر لیا۔ (سنن ابن ماجہ، باب النظر الی المراۃ اذا اراد ان تزوجھا)

اگر یہ اجازت ہوتی کہ لڑکی کو بتا کر دیکھا جائے تو پھر یہ اتنا مشکل مرحلہ نہ ہوتا۔ لڑکی کو بتا کر دیکھنے سے بہت سی شرعی حدود ٹوٹتی ہیں' مزید نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں تفصیل جاننے کے لیے "منگنی اور منگیتر" مطبوعہ مشربہ علم و حکمت کا مطالعہ کریں۔

لڑکی کو دیکھنا ضروری نہیں، اس کی صرف اجازت دی گئی ہے۔ اگر اس کا عام رواج ہوتا تو عہد صحابہ کے تمام مرد نکاح سے پہلے مطلوبہ عورت کو دیکھا کرتے۔

یوں بھی رشتہ کرنے میں صرف شکل ہی نہیں دیگر بہت سے اہم امور ہوتے ہیں جن کا جاننا ضروری ہے اور یہ سارا کام زبانی معلومات پر ہی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل امور کا خیال بھی رکھا جائے تو بہتر ہے۔

☆ کسی معتبر ذریعہ سے مطلوب رشتہ کے حالات اور دیگر ضروری معلومات فراہم کر لی جائیں لیکن یہ اتنی خاموشی اور رازداری سے ہو کہ کسی کو پتا نہ چلے۔

☆ جس شخص سے معلومات حاصل کی جائیں وہ پوری خیر خواہی اور دیانت سے متعلقہ شخص کے حالات بتا دے۔ یاد رہے کسی شخص کی برائی بیان کرنا غیبت ہے لیکن رشتہ کرنے والے کو متعلقہ شخص کے عیوب سے آگاہ کر دینا غیبت نہیں ہے بشرطیکہ اس میں یہ عیب واقعتہً موجود ہوں۔

☆ فراہم کردہ معلومات پر اطمینان ہو جائے تو غیر محسوس طریقے سے لڑکی یا لڑکے کو بھی دیکھ لیا جائے۔ اپنے گھر کے اہم افراد سے مشورہ کر لیا جائے۔ بعد ازاں لڑکے یا لڑکی کے سرپرستوں سے بات کرنا اور معاملہ طے نہ ہونا، اچھی بات نہیں ہے۔ خصوصاً لڑکی والوں کے لیے یہ بات معاشرتی لحاظ سے نقصان دہ ہوتی ہے، کہ لوگ رشتہ دیکھنے آئیں، بات کریں اور پھر انکار ہو جائے۔ لہٰذا باقاعدہ ایک دوسرے کے ہاں آنے جانے اور بات آگے بڑھانے سے پہلے بالا بالا ہی ایک دوسرے کا تعارف حاصل کر لیں تو بہتر ہے۔

☆ براہ راست بات کرنے کی بجائے کسی معتمد آدمی کے ذریعے بھی پیغام دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا اور سودہ رضی اللہ عنہا کا پیغام اُم حکیم رضی اللہ عنہا کے ذریعے بھجوایا۔

☆ ہمارے معاشرے میں لڑکی والوں کا پیغام دینا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ

اسلام میں چنداں معیوب نہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا پیغام عثمان رضی اللہ عنہ کو خود دیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیغام عثمان اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو خود پیش کیا۔

☆ بلا کم و کاست اپنے حالات، خاندانی حالات، لڑکی یا لڑکے کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ عادات بیان کر دیں۔ اسی طرح اگر نہیں دیکھا، تو رنگ، شکل، قد وغیرہ بتا دیا جائے۔

☆ شادی کا طریق کار پہلے سے طے کر لیں۔ کیونکہ ہمارے معاشرے میں شادیاں عام طور پر غیر اسلامی رسومات کے تحت کی جا رہی ہیں، مہر کتنا ہوگا، رہائش الگ ہوگی یا ساتھ ہوگی، جہیز نہیں لیا جائے گا، یہ سب ہمارے معاشرے کے عرف کے مطابق مبہم الفاظ سمجھ لیے گئے ہیں۔ سادگی کی بات کرنے والے لوگ بھی شادی کرتے وقت خوب اسراف کرتے ہیں۔ جہیز نہ لینے کی بات کرنے والے عملاً جہیز کی ایک ایک چیز لینا چاہتے ہیں۔ سنت کے مطابق کہنے والے بھی مایوں، مہندی، اور بارات اور بری دلہن کو بیوٹی پارلر سے غیر شرعی میک اپ کروانا، مسہری سجانا مخلوط دعوت کرنا، سلامیاں لینا دینا، سہرا پہنانا، مکلاوے کی رسم کرنا، بینڈ باجے، یا میوزکل شو کروانا، لڑکے کی استطاعت سے زیادہ مہر لکھوانا، برات کو فلاں ہوٹل میں کھانا کھلانے کی ضد کرنا، ان سب میں سے کچھ نہ کچھ یا سبھی کچھ کر کے بھی یہ کہتے ہیں کہ سادگی اور سنت کے مطابق شادی تھی۔

استخارہ:

دل میں ارادہ کرنے سے لے کر شادی طے ہونے تک دعائے استخارہ کا معمول بھی رکھنا چاہیے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ دعائے استخارہ اس طرح یاد کرواتے تھے جس طرح قرآن کی آیات یاد کرواتے تھے۔ دعائے استخارہ مندرجہ ذیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَخِیۡرُکَ بِعِلۡمِکَ وَاَسۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ وَاَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ الۡعَظِیۡمِ فَاِنَّکَ تَقۡدِرُ وَلَا اَقۡدِرُ وَتَعۡلَمُ وَلَآ اَعۡلَمُ وَاَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ اَللّٰهُمَّ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ هٰذَا الۡاَمۡرَ خَیۡرٌ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَةِ اَمۡرِیۡ وَعَاجِلِه وَآجِلِه فَاقۡدُرۡهُ لِیۡ وَیَسِّرۡهُ لِیۡ ثُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡهِ وَاِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ هٰذَا الۡاَمۡرَ شَرٌّ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَةِ اَمۡرِیۡ وَعَاجِلِه وَآجِلِه فَاصۡرِفۡهُ عَنِّیۡ وَاصۡرِفۡنِیۡ عَنۡهُ وَاقۡدُرۡلِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِه.

''اے اللہ! میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے بھلائی کی دعا کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ بھلائی کا حصہ مانگتا ہوں اور تیرے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں، تو قادر ہے اور میں بے ہمت، تو جانتا ہے اور میں بے علم ہوں، تو پوشیدہ باتوں کو بھی جاننے والا ہے، اے اللہ تیرے علم میں اگر اس کام...... میں میری دینی، دنیوی، اخروی بھلائی جلد یا بدیر تو اس کام کو میرے مقدر میں کر دے

اور یہ کام میرے لیے آسان کر دے، پھر اس میں برکت فرما، اور اگر یہ کام میرے لیے دینی، دنیوی اور اخروی لحاظ سے جلد یا بدیر نقصان دہ ہے تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے دور کر دے اور میری قسمت میں بھلائی کر دے، چاہے جہاں بھی ہے اور مجھے اس پر راضی کر دے۔ (صحیح بخاری)

اس دعا کے مفہوم پر غور کیجیے! اس میں اللہ سے التجا کی جاتی ہے کہ تو علم اور قدرت والا ہے اگر یہ کام نتائج کے اعتبار سے دنیا اور آخرت میں میرے لیے بہتر ہے تو اسے میرے حق میں کر دے یعنی خود ہی اسباب مہیا کر دے اور اگر نتائج کے اعتبار سے بہتر نہیں تو خود ہی ایسے اسباب پیدا کر کہ یہ کام نہ ہو۔

دعائے استخارہ سے قبل دو رکعت نماز ادا کرنا چاہیے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد خواب وغیرہ آتا ہے لیکن حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ مذکورہ دعا خود واضح ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھیے کتابچہ استخارہ کیوں اور کیسے؟ مطبوعہ مشربہ علم وحکمت

دعا:

جب رشتہ طے ہو جائے تو اللہ سے مسلسل خیر و برکت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ سورہ فرقان میں موجود مندرجہ ذیل آیت کو شاملِ دعا رکھا جائے کیونکہ اس میں اللہ سے وہی عرض کیا گیا ہے جو ہم بہو یا داماد .... یا ہونے والے شوہر یا بیوی کے سلسلے میں عرض کرنا چاہتے ہیں۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

(الفرقان، ۷۴)

''اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (راحت) عطا فرما اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دے''۔

یاد رہے کہ اس دعا کا اللہ کے حضور عرض کرنا سنتِ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ یہ دعا ہمارے عرض مدعا کے عین مطابق اور قرآنی دعا ہے لہٰذا اسے کر لینے میں فائدہ ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز یہی دعا جب رشتہ نہ ہو رہا ہو تو اس وقت بھی کر سکتے ہیں۔؟

احتیاط

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

المومن اخو المومن فلا یحل للمومنین ان یبتاع علی بیع اخیه ولا یخطب علی خطبة اخیه حتیٰ یذر.

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے یا اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح دے (تا آنکہ وہ نکاح کرے یا) چھوڑ دے''۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب التحریم الخطبۃ اخیہ حتیٰ یاذن او یترک حدیث: ۹۷۰)

یہ اس صورت میں ہے جب نکاح کی بات پکی ہو چکی ہو اگر بات ابھی پکی نہیں ہوئی تو پیغامِ نکاح دیا جا سکتا ہے تاکہ رشتہ کرنے والا مناسب اور موزوں رشتے کا فیصلہ کر سکے۔

دو بہنوں کا نکاح میں رکھنا:

اللہ تعالیٰ نے بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے سے منع کیا ہے۔

ارشاد ہے: اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ (اور تم پر حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو ایک وقت میں اکٹھا نکاح میں رکھو۔ (النساء: ۲۳)

رسول اللہ ﷺ نے وضاحت کی ہے کہ اس حکم میں پھوپھی، بھتیجی (سگی ہوں یا سوتیلی یا رضاعی) خالہ، بھانجی (سگی ہوں یا سوتیلی یا رضاعی) بھی شامل ہیں۔ فرمایا:

لایَجمَعُ بین المرأة وعَمّتِها ولا بین المرأةِ وخَالَتِها۔

(مسلم، کتاب النکاح، باب التحریم الجمع بین المرأة وعمتها وخالتها)

والد، نانا اور دادا کی منکوحہ سے بھی نکاح کرنا حرام ہے۔ نیز ان تینوں کی بہنوں سے بھی نکاح کرنا حرام ہے چاہے وہ سگی ہوں، سوتیلی یا رضاعی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "یَحرُمُ من الرضاعة مایحرُمُ من الوِلادَةِ" جن رشتوں کی نسب کی وجہ سے حرمت ہے ان کی رضاعت کی وجہ سے بھی حرمت قائم ہوتی ہے"۔

رضاعت اس کا نام ہے کہ بچہ بھوک کی حالت میں کم از کم پانچ بار کسی عورت کا دودھ پیے۔ اگر چند گھونٹ دودھ پلایا ہو تو یہ رضاعت میں شامل نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ (صحیح بخاری اور صحیح مسلم، کتاب الرضاع)

الحاصل:

اگر ہم نے اسلام کے عطا کردہ رشتے کے انتخاب کا خیال رکھا تو پھر زندگی اصل سکون، حقیقی اخوت، زوجین میں بے پناہ محبت اور اعتماد سے مالا مال ہوگی۔

چونکہ میاں بیوی اللہ سے ڈرنے والے ہوں گے، آخرت میں جواب دہی کا

احساس غالب ہوگا اس لیے صرف اللہ کی رضا اور حصولِ جنت کی خواہش میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں گے۔

حقوق ادا کرنے کے بعد نہ احسان جتائیں گے، نہ بدلہ کے خواہش مند ہوں گے باہم احترام، برداشت اور حسنِ ظن کی فضا قائم رہے گی، جھگڑے کا امکان نہ ہونے کے برابر ہوگا۔ ایمان دار شوہر یا بیوی کا ساتھ میسر ہونے کی وجہ سے دین پر استقامت نصیب ہوگی۔ جھوٹ، فریب اور ریا کے بجائے اخلاص ملحوظ رکھا جائے گا۔ اسلامی تہذیب کے مطابق رہیں گے لہذا اسلامی معاشرے کی تمام خوبیوں اور برکتوں سے مالا مال ہوں گے۔ بچوں کی صحیح دینی خطوط پر تربیت کریں گے۔

دور حاضر میں بچوں کا بگاڑ عام بات ہے۔ ان شاء اللہ صالح میاں بیوی کے بچے اس بگاڑ سے محفوظ رہیں گے اور اگر ہم نے اس معیار کو ملحوظ رکھا جو دور حاضر میں روز بروز بڑھتا جا رہا ہے تو اس صورت میں بیوی، اخلاص کے بجائے تصنع کی دلدادہ...... چار دیواری کا نظام مرتب کرنے کی بجائے پکنک منانے، کلب جانے اور سیر سپاٹے کی شوقین...... بے حجابی کی وجہ سے بے تکلف...... خاوند کے حقوق ادا کرنے سے کترانے والی...... نت نئے مطالبات کرنے والی...... بچوں کے جھنجھٹ سے جان چھڑانے والی......... خرچیلی ..... بد زبان .... بے ادب...... کیبل، ڈش، فلم کی رسیا..... ہر کام کے لیے ملازموں کی محتاج ہوگی۔ بلند معیارِ زندگی کی طلب اس کے شوہر کو مسلسل کمانے کی مشین بنا کر رکھ دے گی۔ بچوں

کی خود تربیت کرنے کے بجائے انہیں ملازمہ کے حوالے کر کے اس کے بگاڑ کا خود سامان کرے گی۔

دین سے بے گانہ لڑکے شادی کے بعد سسرال سے مال بٹورنے کی فکر میں رہتے ہیں۔حلال وحرام کی پرواہ کیے بغیر کمانے والے..... بیوی کو زر خرید غلام سمجھنے والے ...... اس کی ناقدری کرنے والے ...... اسے طلاق کی دھمکیاں سنانے والے، عام بے حیائیوں اور برائیوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔بعض لڑکے جو اللہ کے حقوق سے غافل ہوتے ہیں وہ بیویوں کے ایسے اسیر ہوتے ہیں کہ ان کی قیدِ محبت میں والدین کے حقوق کو یکسر بھول جاتے ہیں۔نو جوان لڑکیوں سے بے حجاب ملتے اور بعض اوقات ان سے نکاح رچا لیتے ہیں۔

غرض زندگی گناہوں .... الجھنوں .... پریشانیوں ......اور ان کے نتیجے میں لاحق بیماریوں کا اکھاڑا بن کر رہ جاتی ہے۔جب کہ اسلام کا معیارِ انتخاب صلح و محبت اور سکون و اطمینان دنیا و آخرت میں فرحت و قرار کا ضامن ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں صرف مسلمان صالح اور با اخلاق رشتے ڈھونڈنے اور قبول کرنے کی روش پر چلا دے۔آمین!

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

ماخذ

- ☆ صحیح بخاری
- ☆ صحیح مسلم
- ☆ سنن ترمذی
- ☆ فقہ عمرؓ مطبوعہ معارف اسلامی منصورہ لاہور
- ☆ فقہ عثمانؓ مطبوعہ معارف اسلامی لاہور اسلام اور معاشرتی مسائل از مولانا برحان الدین سنبھلیؒ
- ☆ اسلام کا عائلی نظام از مولانا جلال الدین انصر عمری
- ☆ عورت اسلامی معاشرے میں از جلال الدین انصر عمری
- ☆ اسلامی معاشرہ از مولانا محمد یوسف اصلاحی
- ☆ اسلام کا نظام تربیت از محمد ظفیر الدین ندوی
- ☆ تحفہ خواتین از مولانا عاشق الٰہی بلند شہری
- ☆ عورت اور اسلام از احمد علی سعید
- ☆ چادر اور چار دیواری از سید مظہر علی ادیب
- ☆ نکاح کے لیے مرد اور عورت کا انتخاب از مولانا شہاب الدین ندوی مطبوعہ ماہنامہ الحق
- ☆ ہدیہ العروس مبشر حسین لاہوری۔

اسلامی معاشرت کے اہم انفرادی پہلو

- انسان کا مقصد حیات اللہ کی عبادت واطاعت ہے۔لہذا ہر لمحے اس کی عبادت واطاعت کے تقاضے......اطاعت رسول ﷺ کی حدود میں رہ کر کرنا۔
- خاتم النبین ﷺ کی اطاعت اور محبت کو ہر شعبہ زندگی میں ملحوظ رکھنا۔
- اولاد کو اللہ کی خاص نعمت سمجھ کر............اسلامی اقدار و آداب کے تحت اس کی پرورش کرنا۔
- بلوغ کی عمر کو پہنچتے ہی فوراً نکاح کا اہتمام کرنا۔
- انتخاب زوج کی تلاش میں تقویٰ کو ترجیح دینا۔
- طویل منگنی کی بجائے نکاح اور رخصتی کرنا۔
- اشیائے ضرورت میں نبوی معیار کو نمونہ بنانا..........زائد ملے تو اللہ تعالیٰ کی حدود میں رہ کر خرچ کرنا۔
- اللہ تعالیٰ کے حکم استیذان پر عمل کرنا۔
- ستر وحجاب..........اور غض بصر کی پابندی کرنا۔

- حقوق لینے کی بجائے دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کوشاں رہنا۔
- مرد کا منصب قوام کے تقاضے.......... کفالت بہ کسب حلال ..... حفاظت اوامر ونواہی.......... اور امارت وخلافت کا علم حاصل کرنا ..... اور ممکنہ حد تک اسے بروئے کار لانا..........
- خواتین کا احترام اور وقار برقرار رکھنا۔
- عورت کا گھر میں ٹک کر اطاعت قوام (شریعت کی حدود میں رہ کر) کرنا اور نگرانی اطفال کی ذمہ داریاں نبھانا۔
- دنیا کی دیگر اقوام کی مسرفانہ زندگی اور تعیش کے بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے طرز حیات کی پیروی کرنا۔
- رفاہ دنیا کے بجائے فلاح آخرت میں ڈوبے رہنا۔

اصلاح معاشرہ سیٹ

1۔غیر مسلموں کی مصنوعات اور ہم		65/-
2۔صحافت اور اس کی اخلاقی اقدار	مریم خنساء	75/-
3۔لفظ اللہ کا ترجمہ خدا کیوں؟	محمد مسعود عبدہ	18/-
4۔بسم اللہ دعاء وشفاء		26/-
5۔طاؤس ورباب		45/-
6۔ٹی وی گھر میں کیوں؟		28/-
7۔نام اور القاب قرآن وسنت کی روشنی میں		60/-
8۔تصویر ایک فتنہ		18/-
9۔والفجر		18/-
10۔استخارہ کیوں اور کیسے		15/-
11۔ایمان کی ادنیٰ شاخ		15/-
12۔بدعت کیا ہے؟		30/-
13۔حدود کی حکمت نفاذ، تقاضے، قتلِ غیرت		30/-
14۔مشکوک اشیاء سے پرہیز		25/-
15۔معمولی چیزوں کا لین دین		18/-
16۔دعا، اذکار اور انگلیاں		18/-
17۔تقسیم وراثت اور ہمارا معاشرہ		25/-
18۔ماہ ذوالحجہ کے فضائل		12/-
19۔چند آیات کی تفسیر اور عمل صحابہ	مریم خنساء	
20۔اشیائے ضرورت کا اسلامی معیار		30/-
21۔صلہ رحمی اور اس کے عملی پہلو مریم خنساء		40/-

مشربہ علم و حکمت
0321-4469092
ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور